جلد ۷ اپریل ۱۹۶۶ء شمارہ ۴

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ

آل عمران

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اپریل سنہ ۱۹۶۶ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ چھ روپے

فی پرچہ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین!

طابع و ناشر: چوہدری محمد ابراہیم مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۷ ۰ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ ۰ شمارہ ۴

۱۵ اپریل سنہ ۱۹۶۶ء

حفاظتِ اسلام کیلئے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ڈھال

امامِ وقت کی کامل اتباع اور اسکی عظیم الشان برکات

گزشتہ شمارہ میں ہم نے قرآن مجید اور احادیثِ نبوی کی رو سے اس امر پر وضاحت سے روشنی ڈالی تھی کہ خلفاء کے ساتھ دلی محبت رکھنا اور بدل وجان ان کی اطاعت بجالانا اسیطرح فرض ہے جس طرح مامور من اللہ کے ساتھ دلی محبت رکھنا اور بدل وجان اس کی اطاعت بجالانا ہم نے واضح کیا تھا کہ مامور من اللہ اور اس کے خلفاء کے ساتھ دلی محبت رکھنے اور بدل وجان ان کی اطاعت بجالانے کا حکم خود ہمارے اپنے فائدہ کے لئے دیا گیا ہے اور فائدہ اس کا یہ ہے کہ اس کے بغیر ہم حقیقی معنوں میں مومن بن ہی نہیں سکتے۔ اس حقیقت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں ایک نئے اسلوب سے بیان فرمایا ہے۔ وہ اسلوب اتنا دلکش، اتنا ہمہ گیر اور اتنا بصیرت افروز ہے کہ مامور من اللہ اور اس کے خلفاء کے ساتھ دلی محبت رکھنے اور ان کی اطاعت بجالانے کی اہمیت دل پر نقش ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ فی الوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث اور اس میں بیان کردہ عظیم الشان صداقت کو بیان کرنا ہی ہمارے مدّنظر ہے۔

وہ حدیث جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مامور من اللہ اور خلفاء کے ساتھ دلی محبت رکھنے اور ان کی کمال تعہد کے ساتھ اطاعت بجالانے کی اہمیت کو ایک نئے اور دلکش انداز میں واضح فرمایا ہے، یہ ہے :-

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَلَ کَانَ لَہٗ بِذٰلِکَ اَجْرٌ وَاِنْ یَّاْمُرُ بِغَیْرِہٖ کَانَ عَلَیْہِ مِنْہُ (المسلم کتاب الامارۃ)	حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام ڈھال ہوتا ہے اور اس کے پیچھے ہو کر جنگ کی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ سے بچاؤ اختیار کیا جاتا ہے اگر وہ خدائے بزرگ و برتر کے تقویٰ کا حکم دے اور عدل کرے تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ اس کے علاوہ دوسری باتوں کا حکم دے تو اس کا بوجھ اسی پر ہوگا

اس حدیث شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا ہے کہ امام وقت کے ساتھ دلی محبت رکھنا اور اسکی اطاعت بجالانا اس لئے ضروری ہے کہ امام کا وجود ایک ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے جس کے پیچھے رہ کر دشمن کے حملہ کا مقابلہ کیا جاتا اور اس کے ضرر سے بچا جاتا ہے۔ الہٰی جماعتوں کو دو قسم کے حملوں کے خلاف اپنا دفاع کرنا پڑتا ہے، ایک ظاہری دشمنوں کے خلاف جو جماعت کے وجود کو ہی ختم کرنے کے درپے ہوتے ہیں، اور دوسرے باطنی دشمن یعنی شیطان کے حملوں کے خلاف جو افرادِ جماعت کے ایمانوں پر ڈاکہ ڈال کر انہیں خدا سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، امام وقت کا وجود جماعت کو ان دونوں قسم کے دشمنوں کے ضرر سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے ایک ڈھال ہوتا ہے، ہمیشہ اس کے پیچھے رہنے کے نتیجہ میں نہ ظاہری دشمن جماعت کو کسی قسم کا ضرر پہنچانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور نہ باطنی دشمن کا وار کارگر ہو کر افرادِ جماعت کے ایمان کے لئے کسی قسم کے ضرر یا خطرہ کا موجب بن سکتا ہے۔

برخلاف اس کے جو شخص امام کی اتباع کو لازم نہیں پکڑتا اور خود رائی و خودسری کی راہ پر گامزن ہو کر از خود اقدام کرنے کا عادی ہوتا ہے وہ اپنی اس روش کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ ڈھال اور حفاظت سے باہر آجاتا ہے۔ وہ محسوس کرے یا نہ کرے اس کے لئے ہر طرف خطرہ ہی خطرہ ہوتا ہے۔ لامحالہ طور پر اس کے لئے دین اور جماعت کے ظاہری دشمنوں کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہوتا اور اس لحاظ سے وہ ہر وقت خطرہ میں ہی ہوتا ہے۔ رہا باطنی دشمن یعنی شیطان، سو اس کے حملہ سے بچنے کے لئے بھی اس کے پاس کوئی پناہ نہیں ہوتی، وہ بآسانی اس کے ایمان پر ڈاکہ ڈال کر رفتہ رفتہ اسے خسر الدنیا والآخرہ

کا مصداق بن ڈالنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ ایسا آدمی شرعی احکام اور اخلاقی پابندیوں کی پرواہ کئے بغیر جو جی میں آئے کر گزرتا ہے اور اس طرح رفتہ رفتہ پوری طرح شیطان کے چنگل میں گرفتار ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی لئے عربی محاورہ کی رو سے قَلَبَ مِجَنَّہٗ (اس نے اپنی ڈھال الٹا دی) سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اَسْقَطَ الْحَیَاءَ وَ فَعَلَ مَا شَاءَ (المنجد) یعنی اس نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر جو جی میں آیا کیا۔ الغرض امام وقت کا وجود افراد جماعت کے لئے ایک پناہ اور ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے جس کے پیچھے رہ کر وہ ہر قسم کے ظاہری دشمنوں اور باطنی دشمن یعنی شیطان سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور نہ صرف محفوظ رہتے ہیں بلکہ کامیابی کے ساتھ ان کا مقابلہ کر کے انہیں مغلوب کر دکھاتے ہیں۔ ایسا مغلوب کہ پھر انہیں سر اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آخری زمانہ میں امام الزمان کی حیثیت سے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی بعثت کی غرض ہی یہ تھی کہ آپ دین اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ایک ڈھال ثابت ہو کر تمام اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے خلاف کامیابی کے ساتھ ان کا دفاع کریں۔ جس زمانہ میں آپ مبعوث ہوئے اس وقت ایک طرف تو مسلمانوں کی اندرونی حالت اس قدر خراب ہو چکی تھی کہ وہ شیطان کی غلامی اختیار کر کے دین اور اس کے عملی تقاضوں سے یکسر بے بہرہ ہو چکے تھے ادھر بیرونی دشمنوں کے روپ میں تمام ادیان باطلہ اور ان میں سے بھی علی الخصوص عیسائیت تابڑ توڑ حملوں کے ذریعہ اسلام کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرما کر ان اندرونی اور بیرونی حملوں کے خلاف ایک مضبوط دفاعی لائن قائم کر دی چونکہ آپ کی بعثت کی غرض ہی اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے خلاف اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کرنا تھی اس لئے آپ نے بار بار اور بہ تکرار اس غرض کی وضاحت کی۔ چنانچہ فرمایا:-

"ہمارے دو کام ہیں (اوّل) اندرونی طور پر قوم کو درست کرنا اور تقویٰ و طہارت کا گمشدہ راستہ ان کو دوبارہ دکھانا اور اس پر چلانا۔ اور دوسرا (یہ کہ) بیرونی حملوں کا رد کرنا اور کسر صلیب کرنا۔ یہ ہر دو کام ایسے مشکل ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے خاص معجزہ نما کاموں کے معمولی انسانی کوششوں سے کبھی یہ کام پورا نہیں ہو سکتا" (ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۵۷)

نیز اپنی بعثت کے اس مقصد کو مزید واضح کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

"میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ وہ اصل تقویٰ اور طہارت پر

قائم ہو جائیں، وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔ اور عیسائیوں کے لئے (یہ کہ) کسر صلیب ہو، اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے، دنیا اُس کو بالکل بھول جاوے، اور خدائے واحد کی عبادت ہو"

(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۱۴۹)

اپنی بعثت کے اس مقصد کو واضح کرنے کے بعد آپ نے صاف اور کھلے لفظوں میں اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اسلام کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ڈھال بنایا ہے اور میں ہی وہ مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعہ ہوں جس میں پناہ گزیں ہو کر اسلام کا کامیابی کے ساتھ دفاع کیا جا سکتا اور دشمنوں کے حملوں کو ناکام بنایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے دعوئ ماموریت کے ساتھ ہی نہایت زور دار الفاظ میں اعلان فرمایا:۔

"اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اس میں ہوں"

(فتح اسلام)

نیز آگے چل کر اسی حقیقت کو ایک اور اسلوب اور انداز میں واضح کرتے ہوئے آپؑ نے خبر دار فرمایا:۔

"اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ اُن گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کر دوں۔ اور مجھے اُس نے حق کے طالبوں کے تسلی پانے کے لئے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں اور میری تائید میں اپنے عجیب کام دکھلائے ہیں اور غیب کی باتیں اور آئندہ کے بھید جو خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں کی رو سے صادق کی شناخت کے لئے اصل معیار ہے میرے پر کھولے ہیں اور پاک معارف اور علوم مجھے عطا فرمائے ہیں۔ اس لئے اُن روحوں نے مجھ سے

دشمنی کی جو سچائی کو نہیں چاہتیں اور تاریکی سے خوش ہیں۔ مگر میں نے چاہا کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے نوعِ انسان کی ہمدردی کروں ۔"

(مسیح ہندوستان میں صلا)

اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود با جود ایک ایسی زبردست ڈھال ثابت ہوا کہ جو بھی اس ڈھال کے پیچھے آیا وہ اسلام کے دشمنوں اور شیطان کے حملوں سے ایسا محفوظ ہوا کہ پھر ان کا کوئی حربہ بھی اس کے خلاف کامیاب نہ ہو سکا اس طرح پاکباز اور متقی انسانوں کی ایک ایسی جماعت معرض وجود میں آگئی کہ جس نے اسلام کے دفاع اور دنیا میں اس کے اعزاز اور سربلندی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دکھایا۔ آپ نے صداقت اسلام کے محکم دلائل کے انبار ہی نہیں لگائے بلکہ اسلام کے ہر بڑے سے بڑے دشمن کو للکارا اور نشان نمائی کے ذریعہ اسے کیفر کردار تک پہنچا کر ہی دم لیا۔ اس طرح نہ صرف اسلام بیرونی اور اندرونی دشمنوں کے حملوں سے محفوظ ہو گیا بلکہ خود ان دشمنوں کو اسلام لینے کے دینے پڑ گئے۔ اسلام کے دشمنوں کے خلاف اس عظیم الشان معرکہ آرائی میں اُن خوش بخت و خوش نصیب لوگوں کو ہی حصہ لینے کی توفیق ملی اور بفضل اللہ تعالیٰ آج کے دم تک برابر مل رہی ہے جو آپ کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اس ڈھال کے پیچھے ہو کر دشمن کے مقابلہ کے لئے سینہ سپر ہوئے یا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے تعمیر کردہ اس حصنِ حصین میں داخل ہو کر آسمانی قلعہ بندی کی مدد سے اسلام کے دشمنوں کے خلاف نبرد آزمائی کی۔ یہ ایک ایسی مبرہن حقیقت ہے کہ آج ایک زمانہ اس کا قائل و معترف ہے حتیٰ کہ خود اسلام کے دشمن اس کا برملا اعتراف کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے ۔

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام کو ہمیشہ ہمیش کے لئے ساری دنیا میں غالب کرنے کی غرض سے مبعوث ہوئے تھے اس لئے خدائی وعدہ کے بموجب یہ آسمانی ڈھال اور یہ حصنِ حصین آپ کے وصال کے ساتھ ختم نہیں ہوا۔ بلکہ خلافت کے آسمانی نظام کی شکل میں یہ ڈھال اور یہ حصنِ حصین آپ کے بعد بھی موجود رہا۔ موجود ہے اور انشاء اللہ العزیز ہمیشہ موجود رہے گا۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ کی صداقت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد بھی خلافتِ اولیٰ کے وقت سے مسلسل مشاہدہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ بالخصوص خلافتِ ثانیہ کے زمانہ میں تو اس کی صداقت اس شان سے ظاہر ہوئی اور مسلسل ۵۲ سال تک ظاہر ہوتی رہی

کہ ہم تو ہم اغیار کو بھی اس سے مجالِ انکار نہیں۔ مجالِ انکار کیونکر ہو جب کہ وہی اسلام جو آج سے پون صدی قبل تک انتہائی کمزوری اور ضعف کی حالت میں تھا حتیٰ کہ دشمن اسے چند دن کا مہمان سمجھ کر کالعدم کرنے پر تلے ہوئے تھے، اِسی ڈھال اور اسی حصنِ حصین کی بدولت بفضل اللہ تعالےٰ جوانی کی تب و تاب اور قوت و توانائی سے ہمکنار ہوا اور پورے زور و شور کے ساتھ چار دانگ عالم میں پھیلنے لگا۔

آج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان "اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ" کی صداقت خلافتِ ثالثہ کی شکل میں اسی شان اور اسی عظمت کے ساتھ ظاہر ہو رہی ہے۔ بلاشبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا وجود باجود اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ کا مصداق ہے حضور کے پیچھے رہ کر ہی ہم ذاتی طور پر شیطان کے حملوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور ان حملوں سے محفوظ رہتے ہوئے ایمان و یقین اور علم و معرفت میں ترقی کر سکتے ہیں اور اسیطرح اسلام کے ظاہری دشمنوں کے منصوبوں کو بھی ناکام بنا کر غلبۂ اسلام کی جدوجہد کو اس شان سے جاری رکھ سکتے ہیں کہ ہر جگہ اور ہر مقام پر دشمنانِ اسلام کی پسپائی کے ساتھ ساتھ اسلام دنیا میں آگے ہی آگے بڑھتا اور پھیلتا چلا جائے یہاں تک کہ ساری دنیا میں غالب آ جائے۔ اس آسمانی ڈھال اور سپر کے پیچھے ہو کر غلبۂ اسلام کی جدوجہد کو جاری رکھنے سے مراد یہی ہے کہ ہم سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کے ساتھ دلی محبت میں ترقی کریں اور اپنے جذبۂ اطاعت کو اس اوجِ کمال پر پہنچائیں کہ اس میں ذرّہ بھر بھی تخلف کا امکان باقی نہ رہے۔ اِسی میں ہماری کامیابی اور سرخروئی مضمر ہے۔ ہمیں یہ کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ اِس ڈھال کی اوٹ سے ذرّہ بھر بھی ہٹنا اپنے آپ کو شیطان کی غلامی میں دینے کے مترادف ہوگا العیاذ باللہ۔

خدمتِ اسلام کا اعزاز حاصل کرنے کی ایک ہی راہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ڈھال کے پیچھے ہو کر اور اس طرح ہر قسم کے خطرات سے محفوظ ہو کر آگے بڑھیں یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دلی محبت اور وابستگی اور آپ کی اطاعت کے جذبہ کو ترقی دیں اور دیتے ہی چلے جائیں اور غلبۂ اسلام کی خاطر آپ جن قربانیوں کا مطالبہ کریں پوری بشاشت اور انشراحِ قلب کے ساتھ وہ قربانیاں پیش کریں اور کرتے ہی چلے جائیں۔ اسی میں ہمارے لئے امن و عافیت ہے، اِسی میں خیر و برکت ہے اور بلاشبہ اس کے ساتھ ہی تائید و نصرت کا حصول وابستہ ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ایسی توفیق جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے اور جو ہمیں اللہ تعالےٰ اُس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کے مسیحِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور سرخرو کرنے کا موجب ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین ؏

○ کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ○

اگر چاہتے ہو کہ تمہارا مال تمہارے لئے ہلاکت کا موجب نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو

حصولِ ثواب کے لئے ضروری ہے کہ تمہارے مال میں دین کا بھی حصّہ ہو

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدائی اذن کے ماتحت بہشتی مقبرہ کے قیام اور اشاعتِ اسلام کے تعلق میں اس کی بے اندازہ اہمیت کو واضح کرتے ہوئے افرادِ جماعت کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال بلا دریغ خرچ کرنے کی نہایت ہی پُر اثر انداز میں تلقین فرمائی ہے۔ حضور علیہ السلام نے احبابِ جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا مال تمہارے لئے ہلاکت اور ٹھوکر کا موجب نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو یعنی اسے دین کی خدمت اور اشاعتِ اسلام کے لئے وقف رکھو۔ حضورؑ نے واضح فرمایا ہے کہ اس کے بغیر کوئی شخص بھی دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والوں کے مقدس زمرہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کے پُر معارف ملفوظات کا ایک نہایت بیش قیمت حصّہ جو اس تلقین پر مشتمل ہے ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔

(ادارہ)

"جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر کر دیا کہ اب تھوڑے دن باقی ہیں تو اسی لئے میں نے وہ تجویز سوچی جو قبرستان کی ہے اور یہ تجویز میں نے اللہ تعالیٰ کے امر اور وحی سے کی ہے اور اُسی کے امر سے اس کی بناء ڈالی ہے کیونکہ اس کے متعلق عرصہ سے مجھے خبر دی گئی تھی، میں جانتا ہوں کہ یہ تجویز بھی بہت سے لوگوں کے لئے ابتلا کا موجب ہو گی۔ لیکن اس بناء سے غرض یہی ہے کہ تا آنے والی نسلوں کے لئے ایک

ایسی قوم کا نمونہ ہو جیسے صحابہؓ کا تھا۔ اور تا لوگ جانیں کہ وہ اسلام اور اس کی اشاعت کے لئے فدا شدہ تھے

ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ اس سے کوئی بچ نہیں سکتا خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ یعنی کیا لوگ گمان کر بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے اتنی ہی بات پر راضی ہو جاوے کہ وہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ ابھی امتحان میں نہیں ڈالے گئے اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے لن تنالوا البرّ حتّٰی تنفقوا ممّا تحبّون یعنی اس وقت تک تم حقیقی نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم اس چیز کو خرچ نہ کرو گے جو تم کو سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے

اب غور کرو جب کہ حقیقی نیکی اور رضاء الٰہی کا حصول ان باتوں کے بغیر ممکن ہی نہیں تو پھر نری لاف گزاف سے کیا ہو سکتا ہے صحابہؓ کا یہ حال تھا کہ ان میں سے مثلاً ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ قدم اور صدق تھا کہ سارا مال ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اس کی وجہ کیا تھی ، یہ کہ خدا تعالیٰ کے لئے زندگی وقف کر چکے تھے اور انہوں نے اپنا کچھ بھی نہ رکھا تھا۔ مومن کی بھلائی کے لئے دن کھلے آتے ہیں تو ایسے موقعوں پر جب کہ اس کو کچھ خرچ کرنا پڑے خوش ہوتا ہے کہ وہ جوہر صدق وصفا کے جو اب تک چھپے ہوئے تھے ظاہر ہوں گے برخلاف اس کے منافق ڈرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اب اس کا نفاق ظاہر ہو جائے گا۔

یہ قبرستان کا امر بھی اسی قسم کا ہے۔ مومن اس سے خوش ہوں گے اور منافقوں کا نفاق ظاہر ہو جائیگا میں نے اس امر کو جب تک تواتر سے مجھ پر نہ کھلا پیش نہیں کیا۔ اس میں تو کچھ شک ہی نہیں کہ آخر ہم سب مرنے والے ہیں۔ اب غور کرو کہ جو لوگ اپنے بعد اموال چھوڑ جاتے ہیں وہ اموال ان کی اولاد کے قبضہ میں آتے ہیں۔ مرنے کے بعد انہیں کیا معلوم کہ اولاد کیسی ہو۔ بعض اوقات اولاد ایسی شریر اور فاسق فاجر نکلتی ہے کہ وہ سارا مال شراب خانوں اور زناکاری میں اور ہر قسم کے فسق و فجور میں تباہ کیا جاتا ہے اس طرح پر وہ مال بجائے مفید ہونے کے مضر ہوتا ہے اور چھوڑنے والے پر عذاب کا موجب ہو جاتا ہے۔ جب کہ یہ حالت ہے تو پھر کیوں تم اپنے اموال کو ایسے موقع پر خرچ نہ کرو۔ جو تمہارے لئے ثواب اور فائدہ کا باعث ہو۔ اس کی یہی صورت ہے کہ تمہارے مال میں دین کا بھی حصہ ہو۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ اگر تمہارے مال میں دین کا بھی حصہ ہے تو اس بدی کا تدارک ہو جائے گا جو اس مال کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یعنی جو بدی اولاد کرتی ہے۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم اس بات کو خوب یاد رکھو کہ جیسا کہ قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور ایسا ہی دوسرے نبیوں نے بھی کہا ہے یہ سچ ہے کہ دولت مند کا بہشت میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا مال اس کے لئے بہت سی روکوں کا موجب ہو جاتا ہے اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا مال تمہارے واسطے ہلاکت اور ٹھوکر کا باعث نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اسے دین کی

اشاعت اور خدمت کے لئے وقف کرو۔

یقیناً یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی مومن ہے اور وہی بیعت میں داخل ہوتا ہے جو دین کو دنیا پر مقدم کرلے جیسا کہ وہ بیعت کے وقت کہتا ہے اگر دنیا کی اغراض کو مقدم کرتا ہے تو وہ اس اقرار کو توڑتا اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ مجرم ٹھہرتا ہے پس اسی غرض سے یہ اشتہار (الوصیت) میں نے خدا کے اذن سے دیا ہے یہی بات یہی ہے سال دگرزا کہ دے حانہ حساب۔ لیکن جب کہ خدا تعالیٰ کی منشاء تو یہی نے مجھ پر کھولا کہ وقت قریب ہے۔ اور اجل مقدر کا الہام ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ ہی کے اشارہ سے یہ اشتہار دیا کہ تا آئندہ کے لئے اشاعت دین کا سامان ہو اور تا لوگوں کو معلوم ہو کہ امنّا وصدقنا کہنے والوں کی عملی حالت کیا ہے۔

یقیناً یاد رکھو کہ جب تک انسان کی عملی حالت درست نہ ہو زبان کچھ چیز نہیں یہ نری لاف گزاف ہے زبان تک جو ایمان رہتا ہے اور دل میں داخل ہو کر اپنا اثر عملی حالت پر نہیں ڈالتا وہ منافق کا ایمان ہے سچا ایمان وہی ہے جو دل میں داخل ہو اور اعمال کو اپنے اثر سے رنگین کر دے۔ سچا ایمان ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال تو مال جان تک کو دے دیا اور اسکی پرواہ بھی نہ کی۔ جان سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہوتی مگر صحابہؓ نے اسے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ انہوں نے کبھی اس بات کی پرواہ بھی نہیں کی کہ بیوی بیوہ ہو جائے گی یا بچے یتیم رہ جائیں گے۔ بلکہ وہ ہمیشہ اسی آرزو میں رہتے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ہماری زندگیاں قربان ہوں۔

مجھے ہمیشہ خیال آتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا نقش دل پر ہو جاتا ہے۔ کیسی بابرکت وہ قوم تھی اور آپؐ کی قوت قدسیہ کا کیسا قوی اثر تھا کہ اس قوم کو اس مقام تک پہنچا دیا۔ غور کرکے دیکھو کہ آپؐ نے ان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ ایک حالت اور وقت ان پر ایسا تھا کہ تمام محرمات ان کے لئے شیر مادر کی طرح تھیں۔ چوری۔ شراب خوری، زنا فسق و فجور سب کچھ تھا۔ غرض کونسا گناہ تھا جو ان میں نہ تھا لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور تربیت سے ان پر وہ اثر ہوا اور ان کی حالت میں وہ تبدیلی پیدا ہوئی کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی شہادت دی اور کہا اللہ اللہ فی اصحابی گویا بشریت کا چولہ اتار کر مظہر اللہ ہو گئے تھے اور ان کی حالت فرشتوں کی سی ہو گئی تھی جو یفعلون ما یومرون۔ کے مصداق ہیں۔ ٹھیک ایسی ہی حالت صحابہؓ کی ہو گئی تھی۔ ان کے دلی ارادے اور نفسانی جذبات بالکل دور ہو گئے تھے۔ ان کا اپنا کچھ رہا ہی نہ تھا نہ کوئی خواہش تھی اور نہ آرزو بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اس کے لئے وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح ہو گئے۔ قرآن شریف ان کی اس حالت کے متعلق فرماتا ہے منھم من قضیٰ نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ یہ حالت انسان کے اندر

پیدا ہو جانا آسان بات نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کو آمادہ ہو جائے۔ مگر صحابہؓ کی حالت بتاتی ہے کہ انھوں نے اس فرض کو ادا کیا۔ جب انہیں حکم ہُوا کہ اس راہ میں جان دے دو۔ پھر وہ دنیا کی طرف نہیں جھکے پس یہ ضروری امر ہے کہ تم دین کو دنیا پر مقدم کر لو۔"

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۹۳ تا ۲۹۷)

صحابہؓ کا نمونہ اختیار کرنے کی تلقین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں ایک کا بھی نام نہیں لے سکتے جس نے اپنے لئے کچھ حصہ دین کا اور کچھ حصہ دنیا کا رکھا ہو۔ ایک صحابی بھی ایسا نہیں تھا جس نے کچھ دین کی تصدیق کر لی ہو اور کچھ دنیا کی بلکہ وہ سب کے سب منقطعین تھے اور سب کے سب اللہ کی راہ میں جان دینے کو تیار تھے۔ اگر چند آدمی ہماری جماعت میں سے بھی تیار ہوں۔ جو مسائل سے واقف ہوں اور ان کے اخلاق اچھے ہوں اور وہ قانع بھی ہوں تو ان کو باہر تبلیغ کے لئے بھیجا جا دے۔ بہت علم کی حاجت نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہؓ امّی ہی تھے حضرت عیسےٰؑ کے حواری بھی امّی تھے۔ تقویٰ اور طہارت چاہیئے۔ سچائی کی راہ ایک ایسی راہ ہے جو اللہ تعالےٰ خود ہی عجیب عجیب باتیں سمجھا دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد نہم ص۲۱۳)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

طُوبیٰ لَکُمْ یَا مَجْمَعَ الْخُلَّانِ

(اے جماعتِ دوستاں تمہیں مبارک ہو)

بُشْریٰ لَکُمْ یَا مَعْشَرَ الْإِخْوَانِ ۔۔۔ طُوبیٰ لَکُمْ یَا مَجْمَعَ الْخُلَّانِ
تمہیں اے جماعتِ برادران بشارت ہو ۔۔۔ تمہیں اے جماعتِ دوستاں مبارک ہو

اَلنَّیِّرَانِ بِهٰذِهِ الْبُلْدَانِ ۔۔۔ خُسِفَا بِإِذْنِ اللّٰهِ فِی رَمَضَانِ
سورج اور چاند کو ان ملکوں میں ۔۔۔ باذن اللہ رمضان میں گرہن لگ گیا

وَبِشَارَةٌ مِنْ سَیِّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی ۔۔۔ ظَهَرَتْ مُطَهَّرَةً مِنَ الْأَدْرَانِ
اور ایک بشارت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسے پاک طور پر ظاہر ہوگئی کہ کوئی میل اس کے ساتھ نہیں

اَلْیَوْمُ یَوْمٌ فِیْهِ حَصْحَصَ صِدْقُنَا ۔۔۔ قَدْ مَاتَ کُلُّ مُکَذِّبٍ فَتَّانِ
آج وہ دن ہے جس سے ہمارا صدق ظاہر ہوگیا اور ہر ایک مکذب فتنہ انگیز مرگیا

اَلْیَوْمَ یَبْکِیْ کُلُّ أَهْلِ بَصِیْرَةٍ ۔۔۔ مُتَذَکِّرًا الْمَرَاحِمَ الرَّحْمٰنِ
آج ہر ایک اہل بصیرت رو رہا ہے اور رونے کا سبب خدا تعالےٰ کی رحمتوں کو یاد کرنا ہے

وَمُصَدِّقًا أَنْوَارَ نَبَأٍ نَبِیِّنَا ۔۔۔ وَمُعَظِّمًا لِمَوَاهِبِ الْمَنَّانِ
اور دوسرے یہ سبب کہ رونے والے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی تصدیق کرتے ہیں اور بخشش محسن حقیقی کی عظمت کا تصوّر کرتے ہیں

اَلْیَوْمَ کُلُّ مُبَایِعٍ ذِیْ فِطْنَةٍ ۔۔۔ اِزْدَادَ إِیْمَانًا عَلٰی إِیْمَانِ
آج ہر ایک دانا بیعت کرنے والا اپنے ایمان میں ایسا زیادہ ہوگیا کہ گویا نیا ایمان پایا۔

○

(نور الحق حصہ دوم)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام

آنکہ در عشقِ احد محو و فنا است

(وہ شخص جو خدا کے عشق میں محو اور فانی ہے)

آنکہ در عشقِ احد محو و فنا است ہر چہ زو آید ز ذاتِ کبریاست
جو خدا کے عشق میں محو اور اسی میں فانی ہے وہ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ ذاتِ کبریائی کی طرف سے ہے

فانی است و تیرِ او تیرِ حق است صیدِ او در اصل نخچیرِ حق است
وہ فانی فی اللہ ہے اس لئے اس کا تیر خدا کا تیر ہے اور اس کا شکار دراصل خدا کا شکار ہے

آنچہ مے باشد خدا را از صفات خود دمد در فانیاں آں پاک ذات
جو خدا تعالےٰ کی اپنی صفات ہیں وہ پاک ذات خود اپنی ان صفات کو فانی فی اللہ لوگوں میں پھونک دیتا ہے

خوئے حق گردد در ایشاں آشکار از جمال و ز جلال کردگار!
خدا کی صفات ان فانی فی اللہ لوگوں سے ظاہر ہونے لگتی ہیں خواہ وہ جمالی صفات ہوں یا جلالی صفات

لطفِ شاں لطفِ خدا ہم قہرِ شاں قہرِ حق گردد نہ ہمچوں دیگراں!
ان کا لطف خدا کا لطف اور ان کا قہر خدا کا قہر ہو جاتا ہے دوسروں کی طرح ان کا معاملہ نہیں رہتا

فانیاں ہستند از خود دور تر چوں ملائک کارکن از دادگر
ایسے فانی فی اللہ اپنی خودی سے بالکل دور ہوتے ہیں۔ وہ تو فرشتوں کی طرح خدائے منصف کارندے ہوتے ہیں

فانی اند و آلۂ ربانی اند! نورِ حق در جامۂ انسانی اند
وہ خدا میں فنا ہوتے ہیں اور اس کے ہتھیار بن جاتے ہیں انسانی جامہ میں وہ خدا کا نور ہوتے ہیں

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ ۵۲۳)

○

انفاق فی سبیل اللہ کا عظیم الشان ثمرہ

رقم فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ البقرۃ کی آیات ۲۶۲ اور ۲۶۳ کی نہایت لطیف تفسیر بیان کرتے ہوئے اس امر پر بڑے ہی مسحور کن انداز میں روشنی ڈالی ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے انسان غریب نہیں ہوتا بلکہ خدا تعالیٰ اس کے مال میں ایسی برکت ڈالتا ہے کہ وہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے پھر مال میں ہی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ ایسا شخص خدا تعالیٰ کی خاص حفاظت میں آجاتا ہے اسے اپنے ماضی کی طرف سے بھی سکونِ قلب عطا کیا جاتا ہے اور اس کا مستقبل بھی نہایت شاندار ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اپنا مال خالصۃً لوجہ اللہ خرچ کرے اور اپنے اس فعل کی وجہ سے اس میں تکبّر نہ پیدا ہو۔ ہر دو آیات اور ان کا ترجمہ درج ذیل ہے :-

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

ترجمہ :- جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کے اِس فعل کی حالت اُس دانہ کی حالت کے مشابہ ہے جو سات بالیں اگائے اور ہر بالی میں سو دانہ ہو اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی بڑھا بڑھا کر دیتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا اور بہت جاننے والا ہے۔ جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر خرچ کرنے کے بعد نہ کسی رنگ میں احسان جتاتے ہیں اور نہ کسی قسم کی تکلیف دیتے ہیں ان کے رب کے پاس ان کے اعمال کا بدلہ محفوظ ہے اور نہ تو انہیں کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

" (اللہ تعالیٰ ان آیات میں) بتاتا ہے کہ اگر تم دینی کاموں کے لئے اپنے اموال خرچ کرو گے تو جس طرح ایک دانہ سے اللہ تعالیٰ سات سو دانے پیدا کر دیتا ہے اسیطرح وہ تمہارے اموال کو بھی بڑھائے گا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ترقی عطا فرمائے گا جس کی طرف وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ میں اشارہ ہے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا حضرت ابوبکرؓ نے بے شک بڑی قربانیاں کی تھیں مگر خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے رسولؐ کا پہلا خلیفہ بنا کر انہیں جس عظیم الشان انعام سے نوازا اس کے مقابلہ میں ان کی قربانیاں بھلا کیا حیثیت رکھتی تھیں۔ اسیطرح حضرت عمرؓ نے بہت کچھ دیا مگر انہوں نے کتنا بڑا انعام پایا۔ حضرت عثمانؓ نے بھی جو کچھ خرچ کیا اُس سے لاکھوں گنا زیادہ انہوں نے اسی دنیا میں پالیا۔ اسیطرح ہم فرداً فرداً صحابہ کا حال دیکھتے ہیں تو وہاں بھی خدا تعالیٰ کا یہی سلوک نظر آتا ہے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو ہی دیکھ لو۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے پاس تین کروڑ روپیہ جمع تھا۔ اس کے علاوہ وہ اپنی زندگی میں لاکھوں روپیہ خیرات کرتے رہے۔ اسیطرح صحابہؓ نے اپنے وطن کو چھوڑا تو ان کو بہتر وطن ملے، بہن بھائی چھوڑے تو ان کو بہتر بہن بھائی ملے، اپنے ماں باپ کو چھوڑا تو ماں باپ سے بہتر محبت کرنے والے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مل گئے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے والا کبھی بھی جزائے نیک سے محروم نہیں رہا۔

وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ کہہ کر بتایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے انعام دینے میں بُخل تو تب ہو جب کہ خدا تعالیٰ کے ہاں کسی چیز کی کمی ہو۔ مگر وہ تو بڑی وسعت والا اور بڑی فراخی والا ہے۔ اور پھر وہ علیم بھی ہے۔ جانتا ہے کہ کونسا شخص کس قدر انعام کا مستحق ہے۔ اگر کوئی شخص کروڑوں گنا انعام کا بھی مستحق ہو تو اللہ تعالیٰ اسے یہ انعام دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ دُنیا میں ہم روزانہ یہ نظارہ دیکھتے ہیں کہ زمیندار زمین میں ایک دانہ ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے سات سو دانے بنا کر واپس دیتا ہے۔ پھر جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرے گا کیسے ممکن ہے کہ اس کا خرچ کیا ہوا مال ضائع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے مال کا کم از کم سات سو گنا بدلہ ضرور ملتا ہے اس سے زیادہ کی کوئی حد بندی نہیں۔ اگر انتہائی حد مقرر کر دی جاتی تو اللہ تعالیٰ کی ذات کو محدود ماننا پڑتا جو خدا تعالیٰ میں ایک نقص ہوتا۔ اسی لئے فرمایا کہ تم خدا کی راہ میں ایک دانہ خرچ کرو گے تو کم از کم سات سو گنا بدلہ ملے گا اور زیادہ کی کوئی انتہا نہیں اور نہ اُس کے انواع کی کوئی انتہا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے تو انجیل میں صرف اتنا فرمایا تھا کہ ——— "اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں" (متی باب ۶ آیت ۲۰) لیکن قرآن کریم کہتا ہے کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے خزانہ میں اپنا مال جمع کرو گے تو یہی نہیں کہ اسے کوئی چرائے گا نہیں بلکہ تمہیں کم از کم ایک کے بدلہ میں سات سو انعام ملیں گے اور اس سے زیادہ کی کوئی حد بندی نہیں۔ پھر حضرت مسیحؑ کہتے ہیں کہ

وہاں غلہ کو کوئی کیڑا نہیں کھا سکتا۔ مگر قرآن کریم کہتا ہے کہ وہ صرف کیڑے سے ہی محفوظ نہیں رہتا بلکہ ایک سے سات سو گنا ہو کر واپس ملتا ہے۔

بے شک اللہ تعالےٰ کسی انسان کی مدد کا محتاج نہیں مگر وہ اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے اگر کسی کام کے کرنے کا انہیں موقع دیتا ہے تو اس لئے کہ وہ ان کے مدارج کو بلند کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالےٰ اپنے کسی نبی کو دنیا میں بھیجتا ہے تو سے نئے سرے سے ایک جماعت قائم کرنی پڑتی ہے مگر اسکی ابتداء یہی ہوتی ہے کہ دنیا اسے دیکھ کر یہ خیال بھی نہیں کر سکتی کہ وہ کامیاب ہو جائے گا مگر خدا تعالےٰ اس کے ذریعہ دنیا کے نظام کو بدل دیتا ہے اس وقت دنیا کو معلوم ہوتا ہے کہ ایک زندہ خدا موجود ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ ایسے انبیاء کے زمانہ میں ان کی قوموں اور امتوں کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ دین کی خدمت کریں۔ چونکہ وہ وقت ایک نئی دنیا کی تعمیر کا ہوتا ہے اس لئے لوگوں کو قربانیوں کا موقع دیا جاتا ہے اور وہی وقت ثواب کے حصول کا ہوتا ہے،

اوپر کے بیان کردہ مفہوم کے علاوہ اس آیت میں غلّہ کی زیادتی کے امکانات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ بعض حالات میں یہ ممکن ہے کہ ایک دانہ سات بالیں نکالے اور ہر بالی میں ایک ایک سو دانہ ہو یعنی ایک دانہ سات سو گنا ہو جائے یا ایک من بیج سے سات سو من گندم پیدا ہو۔ اور پھر اسی پر بس نہیں اللہ تعالےٰ چاہے تو اس سے بھی زیادہ بڑھا دے۔ اس اصول کے مطابق اگر دیکھا جائے تو چونکہ ہمارے ملک میں عام طور پر فی ایکڑ تیس سیر بیج ڈالا جاتا ہے اگر ایک دانہ سے سات سو دانہ تک کی پیداوار ہو تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ ایک ایکڑ سے ۲۱۰۰۰ سیر اناج پیدا ہو سکتا ہے اور یہ ۵۲۵ من بنتے ہیں گویا قرآنی اصول کے مطابق ۵۲۵ من فی ایکڑ پیداوار ہو سکتی ہے۔ بلکہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ چاہے تو اس سے بھی بڑھا سکتا ہے اس وقت لوگ اوسطاً پانچ من فی ایکڑ پیداوار پر گزارہ کر رہے ہیں۔ اگر یہ پیداوار بڑھ کر سوا پانچ سو من فی ایکڑ ہو جائے اور زیادتی کا جو وعدہ ہے وہ نہ بھی پورا ہو تب بھی دنیا میں اتنی گندم ہو سکتی ہے جو موجودہ آبادی سے کئی گنا زیادہ آبادی کے لئے بھی کافی ہو۔ پھر ابھی کئی غیر آباد علاقے پڑے ہیں انہیں آباد کیا جائے تو پیداوار میں اور بھی زیادتی ممکن ہے۔ مثلاً افریقہ کے بعض علاقے ہیں جو ابھی غیر آباد ہیں۔ آسٹریلیا اور کینیڈا کے علاقوں میں بھی ابھی بہت کم آبادی ہے، اسیطرح روس کے بعض حصوں میں بھی زمینیں خالی پڑی ہیں۔ اگر ان علاقوں کی طرف توجہ کی جائے اور صحیح طور پر زراعت کی جائے اور سائنس کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے تو دنیا میں پیداوار کے لحاظ سے ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو سکتا ہے اور آبادی میں بھی کئی گنا اضافہ ہو سکتا ہے

لَا يُتْبِعُونَ مَا اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَا اَذًى میں بتایا کہ خدا تعالےٰ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے بعد تمہاری یہ کیفیت نہیں ہونی چاہیئے کہ تم میں تکبر کے خیالات پیدا ہو جائیں اور تم یہ کہنا شروع کر دو کہ ہم نے تو یہ کچھ

دیا تھا یوں مال قربان کیا تھا۔ یوں خدمت دین کی تھی کیونکہ ایسا کرنا تمہاری نیکی کو ضائع کر دے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات میں ۱۶ ع ۲ اب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا۔ اے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ اپنے اسلام قبول کرنے کا بھی تجھ پر احسان جتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو ان لوگوں سے صاف صاف کہہ دے لَا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ۔ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اُس نے تمہیں ایمان کا راہ دکھایا اور ایک سچے مذہب کو قبول کرنے کی توفیق بخشی۔ اسی طرح مالی قربانیوں کے بعد دوسروں پر احسان جتانا سخت نادانی ہے کیونکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اُس نے خدا کے لئے کام نہیں کیا تھا۔ بلکہ بندوں کو ممنون احسان کرنے کے لئے کیا تھا۔ اور یہ چیز اُسے ثواب سے محروم کر دیتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک مقام پر اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے :-

"یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اُس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے....

پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اُس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے....

اگر تم اس قدر خدمت بجا لاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائدادوں کو اس راہ میں بیچ دو پھر بھی ادب سے دور ہوگا کہ تم خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے.... یہ تمام خیالات ادب سے دور ہیں اور جس قدر بے ادب جلد تر ہلاک ہو جاتا ہے ایسا جلد کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔" (تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۵۵-۵۶)

پھر اَذًی کہہ کر اس طرف توجہ دلائی کہ ایسا بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ انسان کسی سے کوئی نیک سلوک کر کے اسے اپنا غلام سمجھ لے اور پھر اُس سے مستقل طور پر فائدہ اٹھانا شروع کر دے یا چندہ دینے کے بعد کہے کہ میں نے تو اتنا چندہ دیا تھا اب مجھے بھی مدد دی جائے اور میری مشکلات کو دور کیا جائے۔

لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ - میں یہ خوشخبری دی کہ ایسے لوگ جو خالصۃً لوجہ اللہ قربانیاں کریں گے وہ اپنے اس اعلیٰ کردار کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی خاص حفاظت میں آجائیں گے اور انہیں اپنے ماضی کی طرف سے بھی سکونِ قلب عطا کیا جائے گا اور ان کا مستقبل بھی نہایت شاندار ہوگا۔"

(تفسیر سورۃ البقرۃ صفحات ۶۰۲ تا ۶۰۷)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے کارنامے

بلحاظ افاضۂ علوم روحانی!

(مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب کراچی)

(قسط ۲)

مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب کے اس مبسوط مقالہ کی پہلی قسط ماہنامہ "انصار اللہ" بابت مارچ ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں مولانا موصوف نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ ظاہر ہونے والے علوم روحانی کی تفصیل بیان کرنے کے بعد بطور نمونہ "تفسیر کبیر" کا ایک نہایت پُر معارف اقتباس پیش کیا تھا جس میں حضور رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی مسحور کن انداز میں اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ سے کس طرح مل سکتا ہے۔ ذیل کی قسط مسئلہ دعا کے متعلق حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پر معارف تحریرات کے ایک نہایت ہی بیش قیمت اقتباس سے شروع ہوتی ہے جو افاضۂ علوم روحانی کے نمونہ کے طور پر پیش کی گئی ہے۔ ازاں بعد مولانا نے علوم روحانی کے ضمن میں حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعدد دیگر عظیم الشان کارناموں پر روشنی ڈالی ہے ——— (ادارہ)

دوسری بات جو میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ مسئلہ دعا کے بارہ میں ہے جو عبادت کا مغز ہے حضور رضی اللہ عنہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

"جس طرح سات آیتوں کی یہ سورۃ ہے اسی طرح سات اصول دعا کی قبولیت کے لئے اس میں بیان کئے گئے ہیں بسم اللہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس مقصد کے لئے دعا کی جائے وہ نیک ہو یہ نہیں کہ چور چوری کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو وہ بھی قبول کرلی جائے گی۔ خدا کا نام لے کر اور اس کی استعانت طلب

کر کے جو دعا کی جائے گی لازماً ایسے ہی کام کے متعلق ہو گی جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات بندہ کے ساتھ شریک ہو سکتی ہو۔ دیکھو ان مختصر الفاظ میں دعا کے حلقہ کو کس طرح واضح کر دیا گیا ہے۔

دوسرا اصل الحمد للہ رب العالمین میں بتایا ہے یعنی دعا ایسی ہو کہ اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے دوسرے بندوں کا بلکہ سب دنیا کا فائدہ ہو یا کم سے کم ان کا نقصان نہ ہو اور اس کے قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ کی حمد ثابت ہوتی ہو اور اس پر کسی قسم کا الزام نہ آتا ہو۔

تیسرے یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو جنبش دی گئی ہو اور اس دعا کے قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت ظاہر ہوتی ہو۔

چوتھے یہ کہ اس دعا کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت سے بھی ہو یعنی وہ نیکی کی ایسی بنیاد ڈالتی ہو جس کا اثر دنیا پر ایک لمبے عرصہ تک رہے اور جس کی وجہ سے نیک اور شریف لوگ متواتر فائدہ حاصل کریں یا کم سے کم ان کے راستہ میں کوئی روک نہ پیدا ہوتی ہو۔

پانچویں یہ کہ دعا میں اللہ تعالیٰ کی صفت مالک یوم الدین کا بھی خیال رکھا گیا ہو یعنی دعا کرتے وقت ان ظاہری ذرائع کو نظر انداز نہ کر دیا گیا ہو جو صحیح نتائج پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز کئے ہیں۔ کیونکہ وہ سامان بھی اللہ تعالیٰ کے ہی بنائے ہوئے ہیں اور اس کے بنائے ہوئے طریق کو چھوڑ کر اس سے مدد مانگنا ایک غیر معقول بات ہے گویا جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے بشرطیکہ وہ موجود ہوں یا ان کا مہیا کرنا دعا کرنے والے کے لئے ممکن ہو ان کا استعمال بھی دعا کے وقت ضروری ہے۔ ہاں اگر وہ موجود نہ ہوں تو پھر مالک یوم الدین کی صفت اسباب سے بالا ہو کر ظاہر ہوتی ہے۔ ایک اشارہ اس آیت میں یہ بھی کیا گیا ہے کہ دعا کرنے والا دوسروں سے بخشش کا معاملہ کرتا ہو اور اپنے حقوق طلب کرنے میں سختی سے کام نہ لیتا ہو۔

چھٹا اصل یہ بتایا ہے کہ ایسے شخص کا اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق ہو اور اس سے کامل اخلاص حاصل ہو اور وہ شرک اور مشرکانہ خیالات سے کلی طور پر پاک ہو۔

اور ساتویں بات یہ بتائی ہے کہ وہ خدا کا ہی ہو چکا ہو اور اس کا کامل توکل اسے حاصل ہو اور غیر اللہ سے اس کی نظر بالکل ہٹ جاوے اور وہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ خواہ کچھ ہو جائے اور کوئی بھی تکلیف ہو مانگوں گا تو خدا تعالیٰ ہی سے مانگوں گا۔

یہ سات امور وہ ہیں کہ جب انسان ان پر قائم ہو جائے تو وہ لعبدی ماسأل کا مصداق ہو جاتا ہے ۔ ۔ ۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھتے وقت میرے دل میں خیال گزرا کہ اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کوئی نئے مطالب اس سورۃ کے کھولے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سات اصول کا انکشاف ہوا جو دعا کے متعلق اس سورۃ میں بیان ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔"

اس ضمن میں دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مسائل روحانیہ کا بیان صرف علمی دلائل تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان میں عین الیقین کا پہلو بھی وضاحت کے ساتھ پایا جاتا ہے چنانچہ آپ نے بارہا یہ اعلان فرمایا کہ :-

"میں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے رؤیا اور الہامات سے حصّہ پایا ہے اور سینکڑوں امور قبل از وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے بتائے ہیں جو اپنے وقت پر جا کر پورے ہوئے حالانکہ اس سے پہلے سامان ان امور کے وجود میں آنے کے بالکل مخالف تھے ۔"

(تحفہ لارڈ ارون (اردو) صـ۲۶ مطبوعہ ۱۹۳۱ء)

حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ جو نشانات اور آیات الیسی ظاہر ہوئیں ان کو دیکھ کر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ گویا خدا تعالیٰ آسمان سے اتر آیا ہے ۔ میں صرف ایک نشان پیش کرتا ہوں ۔ حضورؓ نے ۱۹۵۶ء میں اعلان فرمایا :-

"ایسے نشان پیدا ہو رہے ہیں کہ ہندوستان کو شمال اور مشرق کی طرف سے شدید خطرہ پیدا ہونے والا ہے اور وہ خطرہ ایسا ہوگا کہ باوجود طاقت اور قوت کے ہندوستان اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور روس کی ہمدردی بھی اس سے جاتی رہے گی ۔ ۔ ۔ سو دعائیں کرو اور یہ نہ سمجھو کہ ہماری گورنمنٹ کمزور ہے یا ہم کمزور ہیں خدا کی انگلی اشارے کر رہی ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ روسؔ اور اس کے دوست ہندوستان سے الگ ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ امریکہ یہ محسوس کرے گا کہ اگر میں نے جلدی قدم نہ اٹھایا تو میرے قدم نہ اٹھانے کی وجہ سے روس اور اس کے دوست بیچ میں گھس آئیں گے ۔ پس مایوس نہ ہو اور خدا تعالیٰ پر توکل رکھو ۔ اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ کے اندر ایسے سامان پیدا کر دے گا ۔ آخر دیکھو یہودیوں نے تیرہ سو سال انتظار کیا اور پھر فلسطین میں آ گئے مگر آپ لوگوں کو تیرہ سو سال انتظار نہیں کرنا پڑیگا

ممکن ہے تیرہ بھی نہ کرنا پڑے ممکن ہے دس بھی نہ کرنا پڑے اور اللہ تعالیٰ اپنی برکتوں کا نمونہ نہیں دکھائے گا" (تقریر جلسہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۶ء)

پھر ۶ سال بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے جو پیشگوئی میں بیان ہوئے تھے ہندوستان کو شمال مشرق سے شدید خطرہ پیدا ہو چکا ہے۔ روس کی ہمدردی اس سے جاتی رہی جس کا اعتراف دنیا نے کیا اور اس طرح پیشگوئی کی ایک شق پوری ہوئی ان شاء اللہ پیشگوئی میں مذکورہ مدتوں میں سے کسی نہ کسی مدت میں اللہ تعالیٰ کی برکات کا نمونہ پھر دنیا دیکھے گی۔

اس ضمن میں تیسرا کارنامہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ دہریت کی ظلمتیں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں گناہ اور بدی کی کثرت ہے آپ نے لاکھوں بندگان خدا کو اپنی دعاؤں انفاس قدسیہ اور علوم روحانی اور نشانات البینہ کے ذریعہ حق الیقین کے مقام پر فائز کر دیا۔ آج جماعت میں بے شمار لوگ ایسے موجود ہیں جن کی دعائیں خدا تعالیٰ سنتا اور اپنی بشارتوں سے نوازتا ہے۔ علوم قرآنی ان کو عطا کئے جاتے ہیں اور ان کے غیر پر انہیں غلبہ بخشا جاتا ہے۔ نصرت الٰہی کے وہ روزانہ مشاہدات کرتے ہیں۔ دراصل یہی لوگ آسمان روحانیت کے درخشندہ نجوم ہیں۔ پھر یہ کسی ایک قوم یا ملک سے تعلق رکھنے والے نہیں بلکہ مختلف قوموں اور مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ حضرت مصلح موعود نے ان کا ہاتھ تھاما اور فرشتوں سے مصافحہ کرا دیا۔ حقیقی اسلامی زندگی کا نمونہ ان پاک وجودوں میں نظر آتا ہے جس کا اعتراف اغیار کو بھی ہے۔

چوتھا عظیم الشان کارنامہ آپ کا یہ ہے کہ آپ نے ان علوم روحانی کو سکھلانے اور ان پر عمل کرانے کے لئے تعلیم و تربیت کا وسیع نظام قائم فرمایا۔ اس غرض کے لئے مرکز اور دوسرے مقامات پر مدارس قائم کئے کالج کھولے جامعہ احمدیہ کا قیام عمل میں آیا نیز ساری جماعت کو مرکزی انجمن کے علاوہ ذیلی تنظیموں میں تقسیم فرمایا۔ انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ، اطفال الاحمدیہ، ناصرات الاحمدیہ یہ سب اس نظام کے حصے ہیں۔ اس نظام کے ذریعہ لاکھوں افراد ان علوم سے متمتع ہو رہے ہیں اور وہ بات یعنی دین و دنیا کا یک جا اجتماع جس کی ضرورت مسلمانوں کی دیگر جماعتیں سمجھتی تو ہیں مگر ہنوز اس کے لئے ترس رہی ہیں آج وہ حضرت مصلح موعود کے طفیل ہماری جماعت میں حقیقت واقعیہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

پانچواں کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ان علوم کو باقی دنیا تک پہنچانے کے لئے جماعت میں جو قربانی کی روح پیدا کی اور واقفین زندگی پیدا کئے جنہوں نے ان علوم کی شمع کو دنیا کے گوشے گوشے میں روشن کیا جگہ جگہ

اسلام کی اشاعت کے مراکز اور مساجد قائم کی گئیں۔ ان علوم کے مختلف زبانوں میں لاکھوں روپے کے خرچ سے تراجم ہوئے۔ اس عظیم الشان جدوجہد کا نتیجہ آج ہمیں یہ نظر آرہا ہے کہ اس معمورہ عالم پر ہر ملک دگوشہ میں اسلامی دنیا ابھرتی نظر آرہی ہے جہاں کفر کے بڑے بڑے جھنڈے نصب ہیں وہاں سیدنا محمود مصلح موعودؓ کے جانبازسپاہی اسلامی جھنڈا لئے کھڑے ہیں آج ان علوم روحانی کی روشنی کا یہ اثر ہے کہ یورپ کے مفکر یہ اعتراف کر رہے ہیں کہ ان کے دل۔ اندر ہی اندر ان علوم سے مسخر ہو رہے ہیں چنانچہ پروفیسر ... اپنی کتاب " ماڈرن مین ان سرچ آف اے سول " میں لکھا :-

" روحانی طور پر مغربی دنیا بڑی نازک حالت میں ہے یہ خطرہ اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے جب ہم اپنے آپ کو اس حقیقت سے روشناس کرتے ہیں کہ صداقت کے متعلق ہمارے اعتقادات بالکل توہمات پر مبنی ہیں۔ ہمیں اس حقیقت کا ابھی پوری طرح احساس نہیں ہوا کہ مشرق اپنی روحانی برتری کی وجہ سے ہمیں چیلنج کر رہا ہے اور ہماری بنیادوں کو ہلا رہا ہے۔ بے شک ہم سائنسی طور پر اور مادی لحاظ سے مشرق پر حکمران ہیں۔ لیکن مشرق کی روحانی گرفت ہم پر زیادہ مضبوط ہوتی جا رہی ہے "

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیا میں ہدایت روحانی کی اشاعت اور نور خیر الانام صلے اللہ علیہ وسلم کو پھیلانے کے لئے اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو چنا اور آپ کو بتایا کہ " خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ " ھو الناصر " کہتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ اور آج دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ عالمگیر سطح پر جو انقلاب روحانی رونما ہو رہا ہے وہ ان علوم روحانی کی بدولت ہے جو اللہ تعالےٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو عطا فرمائے اسی لئے مصلح موعودؓ کے متعلق کہا گیا۔

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدۂ ز رہِ دور آمدۂ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" یاد رکھو جو امن کی حالت میں ڈرتا ہے وہ خوف کی حالت میں بچایا جاتا ہے "

(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۳۷۰)

انصار اللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا،

ہماری ایک نہایت اہم ذمّہ داری

تربیتِ اولاد اور اسکی اہمّیت

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ انسان کی پیدائش سے غرض یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عبد بن جائے اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلتے ہوئے اسکی رضا کو حاصل کرلے اللہ تعالیٰ کی رضا ایک بہت بڑی دولت ہے جس کے حصول کے لئے ایک انسان اپنے اوپر فنا وارد کرکے اپنا سب کچھ اسی کی راہ میں قربان کر دیتا ہے۔

دنیا میں ایک انسان مال کماتا ہے، جائداد بناتا ہے اس سے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اسکی اولاد آرام کی زندگی بسر کر سکے۔ روحانی دنیا کی بھی یہی کیفیت ہے انسان کو ایک نعمت مل جائے تو اسکی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کی اولاد بھی اس سے متمتع ہو، اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ پس ایک مومن جہاں ایک طرف اپنی اصلاح کی کوشش کرتا، تقویٰ کی راہ اختیار کرتا اور خدا کی رضا چاہتا ہے وہاں اس کی یہ کوشش بھی ہوتی ہے کہ اسکی اولاد کی صحیح رنگ میں تربیت ہو۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کی فرمانبردار بن جائے اور ان فیوض و برکات سے متمتع ہو سکے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے اسے حاصل ہیں۔

اس راہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ ہمارے سامنے ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ	اور اس شخص کے سوا جس نے اپنے آپ کو ہلاک
اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ	کر دیا ہو، ابراہیمؑ کے دین سے کون اعراض کرتا ہے

اِصْطَفَيْنٰهُ فِی الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِی
الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ
قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ
لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ
بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ
اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اَمْ
كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ
الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ
مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ
وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ
لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ
قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ
مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝

(البقرۃ ع ۱۶)

اور ہم نے یقیناً اسے اس دنیا میں بھی برگزیدہ کیا تھا
اور وہ آخرت میں بھی یقیناً نیک لوگوں میں شمار ہوگا جب
اس کے رب نے اس سے کہا کہ (ہماری) فرمانبرداری
اختیار کر اس نے (جواب میں) کہا کہ میں (تو پہلے ہی سے)
تمام جہانوں کے رب کی فرمانبرداری اختیار کر چکا ہوں اور
ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوب نے بھی
(اپنے بیٹوں کو) اس بات کی تاکید کی اور کہا کہ اے میرے بیٹو
اللہ تعالیٰ نے یقیناً اس دین کو تمہارے لئے چن
لیا ہے پس ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم (اللہ کے)
پورے فرمانبردار ہو کیا تم اس وقت موجود تھے جب
یعقوب پر موت (کی گھڑی) آ پہنچی (اور) جب
اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت
کروگے۔ انہوں نے (جواباً) کہا کہ ہم تیرے معبود اور تیرے
باپ دادوں ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے معبود کی جو
ایک ہی معبود ہے عبادت کریں گے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں
یہ وہ جماعت ہے جو (اپنا زمانہ پورا کرکے) فوت ہو چکی
ہے جو کچھ اس نے کیا اس کا نفع نقصان اس کے لئے ہے اور
جو کچھ تم نے کیا (اس کا نفع نقصان) تمہارے لئے ہے اور
جو کچھ وہ کرتے تھے اس کے متعلق تم سے کچھ نہیں پوچھا جائیگا۔ (تفسیر صغیر)

حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے ایک بہت بڑے برگزیدہ انسان تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا اَسْلِمْ تو ہماری فرمانبرداری اختیار کر تو نہ صرف وہ خود اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن گئے بلکہ انہوں نے اپنی اولاد کو بھی اسی بات کی تلقین کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن جائیں اور اسی کے ہو جائیں آپ نے جب اپنے رب کے حضور اپنے نفس کی پیشکش کرتے ہوئے یہ عرض کیا کہ اَسْلَمْتُ کہ اے میرے رب میں تیرا فرمانبردار بندہ بن چکا ہوں وہاں آپ نے اپنی اولاد کو بھی یہ تلقین فرمائی کہ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ ہمیشہ خدا کے فرمانبردار بندے بنے رہو کہ اسی میں سب خیر اور برکت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تتبع میں جہاں اَسْلَمْتُ کہنے کے لئے ایک انسان کو اپنے

اور موت وارد کرکے اپنے اندر ایک تغیرِ عظیم اور نیک تبدیلی کرنا پڑتی ہے وہاں اپنے بچوں سے یہ کہتے ہوئے بھی کہ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ انہیں عملی طور پر بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ جہاں ایک طرف وہ اپنا نیک نمونہ ان کے سامنے پیش کرتا ہے وہاں ان کی صحیح تربیت کے لئے گھر میں ایک نیک ماحول اور روحانی فضا بھی پیدا کرتا ہے۔ تا بچے نیک اثر قبول کریں۔ نماز روزہ میں باقاعدگی، قرآن مجید سیکھنے سکھانے، نوافل ذکر الٰہی کا چرچا، ہر نیک تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور دین کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کرنا اور ان امور کی اہمیت و ضرورت بچوں پر واضح کرنا اور بچوں کے دلوں میں صحیح عقاید راسخ کرنا اور غلط رجحانات کا قلع قمع کرنا یہ سب امور جہاں ایک طرف خاص توجہ اور بے حد محنت اور کوشش چاہتے ہیں وہاں ان کے حصول کے لئے اللہ تعالےٰ کے خاص فضلوں کو جذب کرنے اور دلوں کی اصلاح کے لئے دعاؤں کی بھی ضرورت ہوتی ہے،

پس ہمارے لئے ایک طرف جہاں اپنی اصلاح کرنے اور اپنی زندگی کو مومنانہ زندگی بنانے کی ضرورت ہے جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بنائے" (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۷۱)

وہاں اولاد کی تربیت کے لئے تمام ضروری امور کو ملحوظ رکھنے اللہ تعالےٰ کے احسانات بیان کرکے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے اور انہیں اس کے فرمانبردار بندے بنانے کی ہر ممکن کوشش اور اس غرض کے لئے اللہ تعالےٰ سے عاجزانہ دعاؤں کی بھی ضرورت ہے جو لوگ ان امور کی طرف توجہ نہیں دیتے ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالےٰ کی فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں"

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۷۲)

اللہ تعالےٰ جہاں ہمیں اپنے نفوس کی اصلاح کی توفیق دے وہاں تربیت اولاد کے لئے تمام ممکن ذرائع اختیار کرنے اور اس غرض کے لئے دعائیں کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے تا وہ بھی اللہ تعالےٰ کے مخلص اور فرمانبردار بندے بن جائیں۔ آمین۔

مجالس انصار اللہ سے ایک ضروری گزارش

حاسبوا قبل ان تحاسبوا کا ارشاد پیش نظر رکھا جائے

ہر مجلس مکلف ہے کہ وہ دینی مساعی کی ماہانہ رپورٹ مرکز میں باقاعدگی سے بھجوایا کرے لیکن افسوس کہ جملہ مجالس کا ایک معتدبہ حصہ اس اہم کام کی طرف کما حقہ توجہ مرکوز نہیں کرتا۔ خاکسار نے اصلاح و ارشاد کی قیادت کی مساعی کی رپورٹوں کا جائزہ لیتے ہوئے حسب ذیل نقائص مشاہدہ کئے ہیں زعما حضرات آئندہ ان کی اصلاح کا خیال رکھیں۔

۱۔ رپورٹ فارم کی خانہ پری احتیاط سے نہیں کی جاتی۔ بعض اوقات مجلس اور رپورٹ نویس کا نام بھی نہیں پڑھا جاتا

۲۔ اکثر مساعی غیر معین الفاظ میں درج ہوتی ہیں جن سے مجموعی رپورٹ مرتب نہیں کی جا سکتی مساعی کا ذکر اعداد و شمار میں کرنا لازمی ہے جیسا کہ رپورٹ فارم میں مذکور ہے۔

۳۔ بعض اوقات قیادت تعلیم کی رپورٹ قیادت اصلاح و ارشاد میں درج کر دی جاتی ہے اور بعض اوقات اس کے برعکس۔ مختلف قیادتوں کی رپورٹ الگ الگ مقررہ کالموں میں درج ہونی چاہیئے

۴۔ بعض مجالس سادہ کاغذ پر رپورٹ بھجوا دیتی ہیں جو کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ مجلس کے جملہ نقائص کو دور کرنا ممبران مجلس کا عموماً اور عہدہ داران حضرات کا خصوصاً فرض ہے۔

ابھی سال کا بیشتر حصہ باقی ہے۔ عہدہ داران حضرات اپنی مجالس کو ان خطوط پر پابندی سے چلانے کا اہتمام فرمائیں جو منصوبہ سال رواں میں معین کئے گئے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ سال کے آخر میں آپ کا محاسبہ کیا جائے۔ آپ ہر ماہ اپنا محاسبہ خود مقامی طور پر کر لیا کریں اور ہر ماہ سابقہ ماہ سے زیادہ احسن طریق پر کام کو چلانے کی سعی فرما دیں۔

(قائد اصلاح و ارشاد)

اِسلام کی صداقت کا چمکتا ہوا نشان!

اسلام اور عیسائیت کے درمیان فیصلہ کُن مقابلہ

(مکرم نسیم سیفی صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ)

گذشتہ صدی کے دوسرے نصف میں عیسائیت اپنے زوروں پر تھی۔ اور عیسائی مناد ببانگ دہل اس بات کا اعلان کر رہے تھے کہ وہ مذہب جو کبھی عیسائیت کا مدمقابل سمجھا جاتا تھا ــــ یعنی اسلام ــــ وہ آخری دموں پر ہے۔ اور وہ وقت قریب ہے جب دنیا سے اسلام کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اور عیسائیت تمام دنیا پر غالب آجائے گی۔

۱۸۹۷ء میں جان ہنری بیروز (JOHN HENRY BARROWS) نے ہندوستان کے مختلف شہروں میں اپنے لیکچروں میں جو کہ بعد چھپ کر ملک کے کونے کونے میں تقسیم ہوئے، کہا تھا کہ "افریقہ میں ایک کروڑ پندرہ لاکھ مربع میل زمین میں سے صرف پندرہ لاکھ مربع میل ایسی زمین ہے جو عیسائیت کے تصرف میں نہیں۔ اور یہ تقسیم ایسی ہے جس کی رو سے تاریک براعظم میں صرف ترکی ہی ایک غیر عیسائی حکومت باقی رہ جاتی ہے۔ قسطنطنیہ اور افریقہ میں پھیلا ہوا اسلام ہماری اس صدی کی سماجی کوششوں سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتا۔ اب دنیا میں صرف ایک زبردست مسلمان بادشاہ باقی ہے اور اس بادشاہ کا وجود بھی روس اور انگلستان کی باہمی چپقلش کا مرہون منت ہے۔ ان حالات میں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام ہرگز دنیا کو فتح نہیں کر سکتا" (بیروز لیکچرز صفحہ ۲۲، ۲)

اسی طرح آج سے ساٹھ سال قبل ایک پادری A.P. ATTERBURY نے اپنی کتاب اسلام اِن افریقہ " ISLAM. IN AFRICA " میں کہا تھا۔ "افریقہ میں اسلام کو شکست دینا نسبتاً آسان امر ہوگا"

خود برصغیر پاک و ہند میں عیسائی پادریوں کی تبلیغی کوششیں وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ حضرت

مسیح موعود علیہ السلام نے ان کوششوں کو ساحرانہ کارروائی سے تعبیر کیا اور ساحرانہ کارروائی کے الفاظ اس بات پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ بھولے بھالے لوگ ان کے پھندے میں شکار کی طرح پھنستے چلے جا رہے تھے، اس سلسلہ میں حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

"اے مسلمانو! سنو اور غور سے سنو کہ اسلام کی پاک تاثیروں کے روکنے کے لئے جس قدر پیچیدہ افترا اس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے اور پُر مکر حیلے کام میں لائے گئے اور ان کے پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے بھی جن کی تصریح سے اس مضمون کو منزہ رکھنا بہتر ہے، اس راہ میں ختم کئے گئے، یہ کرسچین قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک ان کے اس سحر کے مقابل پر خدا تعالیٰ وہ پر زور ہاتھ نہ دکھاوے جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو، اس معجزہ سے اس طلسم کو پاش پاش نہ کرے، تب تک اس جادوئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے سو خدا تعالیٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا کہ اپنے بندے کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکات خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرہ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات روحانی معارف و دقائق کے ساتھ دیئے تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بت توڑ دیا جائے جو سحر فرنگ نے تیار کیا ہے۔ سو اے مسلمانو اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اٹھانے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے کیا ضرور نہیں تھا کہ سحر کے مقابل پر معجزہ بھی دنیا میں آتا۔ کیا تمہاری نظروں میں یہ بات عجیب اور انہونی ہے کہ خدا تعالیٰ نے نہایت درجہ کے مکروں کے مقابلہ پر جو سحر کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں ایک ایسی حقانی چمکار دکھائے جو معجزہ کا اثر رکھتی ہو"

(فتح اسلام)

اس ساحرانہ طلسم کے پاش پاش کر دینے کے سلسلہ میں حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو ان کی غلطی ان پر ظاہر کر دے گا۔ یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالیٰ کا الہام اور رب جلیل کا کلام ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان حملوں کے دن نزدیک ہیں مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی

بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالےٰ کی مدد اترے گی " (فتح اسلام)

اور پھر فرمایا:-

" سو اس عاجز کو اور بزرگوں کی فطرتی مشابہت سے علاوہ جس کی تفصیل براہین احمدیہ میں بہ بسط مندرج ہے۔ حضرت مسیح کی فطرت سے ایک خاص مشابہت ہے اور اسی فطرتی مشابہت کی وجہ سے مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا۔ بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل بینے کے لئے دی گئی ہیں"

(فتح اسلام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں عیسائیوں کی ساحرانہ کارروائیوں اور اس جادوئے فرنگ کو پاش پاش کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنا پُر زور ہاتھ جو لپنے اندر معجزہ کی قدرت رکھتا تھا دکھایا۔ اور اس معجزہ کے ظہور کے لئے عیسائیوں سے ایک مباحثہ کی بنیاد ڈال دی۔ یہ مباحثہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے مابین ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء کو شروع ہوا اور پندرہ دن تک متواتر جاری رہا۔ مسلمانوں کی طرف سے منشی غلام قادر صاحب فصیح وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی سیالکوٹ میر مجلس قرار پائے اور عیسائیوں کی طرف سے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میر مجلس مقرر ہوئے۔ اپنی پہلی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مباحثہ کے متعلق فرمایا:-

" اس مباحثہ سے مدعا اور غرض یہ ہے کہ حق کے طالبوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اسلام اور عیسائی مذہب میں سے کونسا مذہب سچا ہے اور زندہ اور کامل اور منجانب اللہ ہے، اور نیز حقیقی نجات کس مذہب کے ذریعہ مل سکتی ہے"

۲۵ مئی یعنی مباحثہ کے چوتھے روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوہیت مسیح کی تردید میں دلائل دیتے ہوئے فرمایا:-

" اب اس مقام پر ایک سچی گواہی میں دینا چاہتا ہوں۔ جو میرے پر فرض ہے اور وہ یہ ہے

جو میں اس اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہوں کہ جو بگفتن قادر مطلق نہیں بلکہ حقیقی اور واقعی طور پر قادر مطلق ہے اور مجھے اس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے خاص مکالمہ سے مشرف بخشا ہے اور مجھے اطلاع دے دی ہے کہ میں جو سچا اور کامل خدا ہوں۔ میں ہر ایک مقابلہ میں جو روحانی برکات اور سماوی تائیدات میں کیا جائے تیرے ساتھ ہوں اور تجھ کو غلبہ ہوگا اب میں اس مجلس میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کی خدمت میں اور دوسرے تمام حضرات عیسائی صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس بات کو ایسا طول دینے کی کیا حاجت ہے کہ آپ ایسی پیشگوئیاں پیش کریں جو حضرت مسیح کے اپنے کاموں و فعل کے مخالف پڑی ہوں ایک سیدھا اور آسان فیصلہ ہے جو میں زندہ اور کامل خدا سے کسی نشان کے لئے دعا کرتا ہوں اور آپ حضرات مسیح سے دعا کریں۔ آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ قادر مطلق ہے پھر اگر وہ قادر مطلق ہے تو ضرور آپ کامیاب ہو جائیں گے اور میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں بالمقابل نشان بتلانے میں قاصر رہا تو ہر ایک سزا اپنے اوپر اٹھالوں گا۔ اور اگر آپ نے مقابل پر کچھ دکھایا تب بھی سزا اٹھالوں گا۔ چاہیئے کہ آپ خلق اللہ پر رحم کریں۔ میں بھی اب پیرانہ سالی تک پہنچا ہوا ہوں اور آپ بھی بوڑھے ہو چکے ہیں ہمارا آخری ٹھکانا اب قبر ہے آؤ اس طرح فیصلہ کر لیں۔ سچا اور کامل خدا بے شک سچے کی مدد کرے گا۔ اب اس سے زیادہ کیا عرض کروں۔"

اس سے اگلے ہی روز عیسائی چند ایک لنگڑے لولے اکٹھے کر کے لے آئے اور اچانک حضورؑ کے سامنے ان کو پیش کر دیا کہ آپ ان کو مسیح ناصری کی طرح چنگا کر دیں۔ اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب حضورؑ کے بے مثال علم کلام کا بہترین نمونہ ہے حضورؑ کا جواب یہ تھا:۔

"سو اس بنا پر دریافت کیا گیا تھا کہ قرآن کریم میں تو نجات یافتہ کی نشانیاں لکھی ہیں جن نشانوں کے مطابق ہم دیکھتے ہیں کہ اس مقدس کتاب کی پیروی کرنے والے نجات کو اسی زندگی میں پا لیتے ہیں۔ مگر آپ کے مذہب میں حضرت عیسٰی نے جو نشانیاں نجات یافتہ دل یعنی حقیقی ایمانداروں کی لکھی ہیں۔ آپ میں کہاں موجود ہیں۔ مثلاً جیسے مرقس ۱۶-۱۷ میں لکھا ہے "اور وے جو ایمان لائیں گے ان کے ساتھ یہ علامتیں ہوں گی کہ وہ میرے نام سے دیووں کو نکالیں گے اور نئی زبانیں بولیں گے، سانپوں کو اٹھالیں گے، اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہو جائیں گے تو اب میں با ادب

التماس کرتا ہوں اور اگر ان الفاظ میں کچھ درشتی یا مرارۃ ہو تو اس کی معافی چاہتا ہوں کہ یہ جو تین بیمار آپ نے پیش کئے ہیں یہ علامت تو بالخصوص مسیحیوں کے لئے حضرت عیسٰے قرار دے چکے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تم سچے ایماندار ہو تو تمہاری یہی علامت ہے کہ بیمار پر ہاتھ رکھو گے تو چنگا ہو جائے گا۔ اب گستاخی معاف، اگر آپ سچے ایماندار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس وقت تین بیمار آپ ہی کے پیش کردہ موجود ہیں آپ ان پر ہاتھ رکھ دیں اگر وہ چنگے ہو گئے تو ہم قبول کر لیں گے تو بے شک آپ سچے ایماندار ہیں اور نجات یافتہ ہیں ورنہ کوئی قبول کرنے کی راہ نہیں کیونکہ حضرت مسیح تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہوتا تو اگر تم پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو وہ چلا جاتا مگر خیر میں اس وقت پہاڑ کی نقل مکانی تو آپ سے نہیں چاہتا کیونکہ وہ ہماری اس جگہ سے دور ہیں لیکن یہ تو بہت اچھی تقریب ہوگئی کہ بیمار تو آپ نے ہی پیش کر دیئے اب آپ ان پر ہاتھ رکھو اور چنگا کر کے دکھلاؤ ورنہ ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ مگر آپ پر یہ واضح رہے کہ یہ الزام ہم پر عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں ہماری یہ نشانی نہیں رکھی کہ بالخصوصیت تمہاری یہی نشانی ہے کہ جب تم بیماروں پر ہاتھ رکھو گے تو وہ اچھے ہو جائیں گے ہاں یہ فرمایا ہے کہ میں اپنی رضا اور مرضی کے موافق تمہاری دعائیں قبول کروں گا اور کم سے کم یہ کہ اگر ایک دعا قبول کرنے کے لائق نہ ہو اور مصلحت الٰہی کے مخالف ہو تو اس میں اطلاع دی جاوے گی یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم کو یہ اقتدار دیا جائے گا کہ تم اقتداری طور پر جو چاہو وہی کر گزرو گے مگر حضرت مسیح کا تو یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیماروں وغیرہ کے چنگا کرنے میں اپنے تابعین کو اختیار بخشتے ہیں۔"

یہ مباحثہ دراصل ایک عظیم الشان نشان کی تیاری کے لئے تھا اور اللہ تعالیٰ اس مباحثہ کو آہستہ آہستہ اپنی تجلی کے ظہور کے قریب لا رہا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بار بار اور ہر دوسری دفعہ پہلی بار سے زیادہ شدت کے ساتھ اس بات کا ذکر فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کے ظہور ہی سے یہ معاملہ فیصلہ پذیر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا:۔

"میرے دعویٰ قرآن کریم کے مطابق صرف اتنا ہے کہ اگر کوئی حضرت عیسائی صاحب اس نجات کے حقیقی منکر ہوں جو قرآن کریم کے وسیلہ سے مل سکتی ہے تو انہیں اختیار ہے کہ وہ میرے مقابل پر نجات حقیقی کی آسمانی نشانیاں اپنے مسیح سے مانگ کر پیش کریں۔ مگر

اب بالخصوص رعایت شرائط بحث کے لحاظ سے میرے مخاطب اس بارہ میں ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب ہیں۔ صاحب موصوف کو چاہیئے کہ انجیل شریف کی علامات قرار دادہ کے موافق سچا ایماندار ہونے کی نشانیاں اپنے وجود میں ثابت کریں۔ اور اس طرف میرے پر لازم ہو گا کہ میں سچا ایماندار ہونے کی نشانیاں قرآن کریم کی رو سے اپنے وجود میں ثابت کروں مگر اس جگہ یاد رہے کہ قرآن کریم ہمیں اقتدار نہیں بخشتا بلکہ ایسے کلمہ سے ہمارے بدن پر لرزہ آتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کس قسم کا نشان دکھلائے گا۔ وہی خدا ہے سوا اس کے اور کوئی خدا نہیں، ہاں ہماری طرف سے اس بات کا عہد پختہ ہے جیسا کہ اللہ جلشانہٗ نے مجھ پر ظاہر کر دیا ہے کہ ضرور مقابلہ کے وقت میں فتح پاؤں گا۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ خدا تعالےٰ کس طور سے نشان دکھلائے گا۔ اصل مدعا تو یہ ہے کہ نشان ایسا ہو کہ انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو۔ یہ کیا ضرور ہے کہ ایک بندہ کو خدا ٹھہرا کر اقتدار کے طور پر اس سے نشان مانگا جائے ہمارا یہ مذہب نہیں اور نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے اللہ جلشانہٗ ہمیں صرف ممولی اور کلی طور پر نشان دکھلانے کا وعدہ دیتا ہے اگر اس میں میں جھوٹا نکلوں تو جو سزا آپ تجویز کریں خواہ سزائے موت ہی کیوں نہ ہو مجھے منظور ہے لیکن اگر آپ حد اعتدال و انصاف کو چھوڑ کر مجھ سے ایسے نشان چاہیں گے جس طرز سے حضرت مسیح بھی دکھلا نہیں سکتے بلکہ سوال کرنے والوں کو ایک دو گالیاں سنا دیں تو ایسے نشان دکھلانے کا دم مارنا بھی میرے نزدیک کفر ہے۔"

آخر کار وہ وقت آن پہنچا جو اللہ تعالےٰ کی تجلی کے ظہور کی تعین کے لئے ازل سے مقدر ہو چکا تھا مباحثہ کے آخری روز حضور نے فرمایا:-

"بالآخر چونکہ ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب قرآن شریف کے معجزات سے عمداً منکر ہیں اور اس کی پیشگوئی سے بھی انکاری ہیں اور مجھ سے بھی اس مجلس میں تین بیمار پیش کر کے ٹھٹھا کیا گیا کہ اگر دین اسلام سچا ہے اور تم فی الحقیقت ملہم ہو تو ان تینوں کو اچھے کر کے دکھلاؤ حالانکہ میرا یہ دعویٰ نہ تھا کہ میں قادر مطلق ہوں نہ قرآن شریف کے مطابق قابل مواخذہ تھا بلکہ یہ تو عیسائی صاحبوں کے ایمان کی نشانی ٹھہرائی گئی تھی کہ اگر وہ سچے ایماندار ہوں تو وہ ضرور لنگڑوں اور اندھوں اور بہروں کو اچھا کریں گے مگر تاہم میں اس کے لئے دعا کرتا رہا اور آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی

میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی اندھے سوجاکھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے اسی طرح پر جس طرح اللہ تعالےٰ نے ارادہ فرمایا ہے سو الحمد للہ والمنۃ کہ اگر یہ پیشگوئی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ظہور نہ فرماتی تو ہمارے یہ پندرہ دن ضائع گئے تھے۔ انسان ظالم کی عادت ہوتی ہے کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سننے کے نہیں سنتا اور باوجود سمجھنے کے نہیں سمجھتا اور جرأت کرتا ہے اور شوخی کرتا اور نہیں جانتا ہے کہ خدا ہے۔ لیکن اب میں جانتا ہوں کہ فیصلہ کا وقت آ گیا۔ میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اس وقت اگر پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالےٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے اور وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا۔ ضرور کریگا۔ ضرور کریگا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اسکی باتیں نہ ٹلیں گی ؎

پیشگوئی کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے آپ ان الفاظ پر غور فرماویں:

" مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا گیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور

بھرے سننے لگیں گے۔"

حقیقتً اللہ تعالےٰ نے پہلے سے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ مباحثہ اللہ تعالےٰ کی تجلّی کے ظہور کا ایک ذریعہ بن جائے۔ مباحثہ بجائے خود اس اہمیت کا حامل نہ بن سکتا تھا جو اسلام اور عیسائیت کے حقیقی مقابلہ کے لئے درکار تھی۔ چنانچہ حضرت اقدس نے پیشگوئی کے الفاظ نقل کرنے کے معاً بعد فرمایا :-

" سو الحمدللہ والمنۃ کہ اگر یہ پیشگوئی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ظہور نہ فرماتی تو ہمارے یہ پندرہ دن ضائع گئے تھے "

اور فرمایا :-

" میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا "

پندرہ ماہ کا عرصہ گزر گیا اور آتھم ابھی زندہ تھا۔ درحقیقت اللہ تعالےٰ نے حسب پیشگوئی رجوع الی الحق کی وجہ سے اسے مہلت عطا فرمائی تھی لیکن عیسائیوں نے اس پر بڑی خوشیاں منائیں اور اُسے عیسائیت کی فتح سمجھ کر ۷ رد سمبر ۱۸۹۴ء کو امرتسر میں آتھم کا جلوس بھی نکالا۔ یہ مقابلہ درحقیقت اسلام اور عیسائیت کا تھا جیسا کہ حضورؑ نے اپنی پہلی تقریر میں فرمایا تھا :-

" اس مباحثہ سے مدعا اور غرض یہ ہے کہ حق کے طالبوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اسلام اور عیسائی مذہب میں سے کونسا مذہب سچا اور زندہ اور کامل اور منجانب اللہ ہے "

اور جیسا کہ حضورؑ نے اپنی آخری تقریر میں ـــــ اور درحقیقت پیشگوئی کے الفاظ میں فرمایا تھا ـــــ کہ یہ مقابلہ ان کے درمیان ہے جو سچے خدا کو چھوڑ رہے ہیں اور عاجز انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور دوسری طرف جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔

اور جیسا کہ مسیحی اخبار نور افشاں نے بھی لکھا " مرزا صاحب نے مسیحیوں کے ساتھ مباحثہ اپنے ملہم اور مثیل مسیح ہونے کے بارے میں نہیں کیا بلکہ محمدیت کو مذہب حق اور قرآن کو کتاب اللہ ثابت کرنے اور مسیحیت کو رد کرنے کے لئے کیا تھا اور وہ پیشگوئی اختتام مباحثہ پر انہوں نے محمدیت ہی کے مذہب حق اور منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں کی تھی "

لیکن باوجود اس کے اسلام کے لئے غیرت نہ رکھنے والے بعض ملاؤں اور ان کے متبعین نے عیسائیوں کے ساتھ مل کر شور و غوغا اور استہزاء میں برابر کا حصہ لیا اور پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کا شور مچایا اور اس پر مختلف قسم کے اعتراضات کرنے شروع کر دیئے حتیٰ کہ گندے اور گالیوں سے بھرے ہوئے اشتہارات بھی

شائع کئے۔

بہر حال ــــ مسلمانوں کا اس پیشگوئی کے متعلق رویہ اور حضرت اقدسؑ کا ان کو جواب ۔ اس پیشگوئی کا ایک الگ باب ہے جس کی تفصیل میں جانے کی اس وقت چنداں ضرورت نہیں ۔

حضرت اقدسؑ نے پندرہ ماہ کی میعاد گزرتے ہی پانچ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ایک رسالہ انوار الاسلام تحریر فرمایا اور اس سے اگلے سال مئی کے مہینے میں ایک اور رسالہ ضیاء الحق تصنیف فرمایا ۔ انوار الاسلام میں حضور نے پیشگوئی کی وضاحت فرماتے ہوئے تحریر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے الہام نے مجھے جتا دیا ہے کہ آتھم نے اسلام کی عظمت اور اس کے رعب کو تسلیم کر کے حق کی طرف رجوع کرنے کا کسی قدر حصہ لے لیا ۔ جس حصہ نے اس وعدہ موت اور کامل طور کے ہاویہ میں تاخیر ڈال دی اور ہاویہ میں تو گرا لیکن بڑے ہاویہ یعنی موت سے تھوڑے دنوں کے لئے بچ گیا ۔

۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو حضور نے پیشگوئی کے پورا ہونے کے متعلق انوار الاسلام میں تحریر فرمایا :-

" واضح ہو کہ وہ پیشگوئی جو امرتسر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر پانچ جون ۱۸۹۳ء میں کی گئی تھی جس کی آخری تاریخ پانچ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی وہ خدا تعالیٰ کے ارادہ اور حکم کے موافق ایسے طور سے اور اس صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہوئی کہ منصف اور دانا کو بجز اس کے ماننے اور قبول کرنے کے کچھ بن نہیں پڑتا وہاں ایک متعصب اور احمق یا جلد باز جو ان واقعات اور حوادث کو یک جائی نظر سے دیکھنا نہیں چاہتا جو پیشگوئی کے بعد فریق مخالف میں ظہور میں آئے ۔ اور الہامی الفاظ کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کی آرزوؤں کی پیروی کرتا ہے اس کی مرض نادانی لاعلاج ہے اور اگر وہ ٹھوکر کھاتا تو اس کی پست فطرتی اور حمق اور سادہ لوحی اس کا موجب ہو گی ورنہ کچھ شک نہیں کہ فتح اسلام ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت اور ہاویہ نصیب ہو گیا پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہو گی اور اس وقت جب پیشگوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے "

عیسائیوں کو اصرار تھا کہ چونکہ عبداللہ آتھم پندرہ ماہ کے عرصہ میں مرا نہیں تھا اس لئے یہ پیشگوئی سچی ثابت

نہ ہوئی۔ حضور اقدس ؑ نے اس بات کے پیش نظر یہ تجویز کیا کہ عبداللہ آتھم اس بات کا حلف اٹھائیں کہ وہ اس عرصہ میں خوف زدہ نہیں ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضورؑ نے تحریر فرمایا۔

"اور اگر عیسائی صاحبان اب بھی جھگڑوں اور اپنی مکارانہ کارروائیوں کو کچھ چیز سمجھیں یا کوئی اور شخص اس میں شک کرے تو اس بات کے تصفیہ کے لئے کہ فتح کس کی ہوئی۔ آیا اہل اسلام کو جیسا کہ درحقیقت ہے یا عیسائیوں کو جیسا کہ وہ ظلم کی راہ سے خیال کرتے ہیں تو میں ان کی پردہ دری کے لئے مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ اگر وہ دروغگوئی اور چالاکی سے باز نہ آئیں تو مباہلہ اس طور پر ہوگا کہ ایک تاریخ مقرر ہو کر ہم فریقین ایک میدان میں حاضر ہوں اور مسٹر عبداللہ آتھم کھڑے ہو کر تین مرتبہ ان الفاظ کا اقرار کریں کہ اس پیشگوئی کے عرصہ میں اسلامی رعب ایک طرفۃ العین کے لئے بھی میرے دل پر نہیں آیا اور میں اسلام اور نبی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کو ناحق پر سمجھتا رہا اور سمجھتا ہوں اور صداقت کا خیال تک نہیں آیا اور حضرت عیسیٰ کی ابنیت اور الوہیت پر یقین رکھتا رہا اور رکھتا ہوں اور ایسا ہی یقین جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے عیسائی رکھتے ہیں اور اگر میں نے خلاف واقع کہا ہے اور حقیقت کو چھپایا ہے تو اے خدائے قادر مجھ پر ایک برس میں عذاب موت نازل ہو۔

——— اس دعا پر ہم آمین کہیں گے اور اگر دعا کا ایک سال تک اثر نہ ہوا اور وہ عذاب نازل نہ ہوا جو جھوٹوں پر نازل ہوتا ہے تو ہم ہزار روپیہ مسٹر عبداللہ آتھم کو بطور تاوان کے دیں گے۔ چاہیں تو پہلے کسی جگہ جمع کرا لیں۔ اور اگر وہ ایسی درخواست نہ کریں تو یقیناً سمجھو کہ وہ کاذب ہیں اور غلو کے وقت اپنی سزا پائیں گے، ہمیں صاف طور پر الہاماً معلوم ہو گیا ہے کہ اس وقت تک عذاب موت ٹلنے کا یہی باعث ہے کہ عبداللہ آتھم نے حق کی عظمت کو اپنی خوفناک حالت کی وجہ سے قبول کر کے ان لوگوں سے کس درجہ پر مشابہت پیدا کر لی ہے جو حق کی طرف رجوع کرتے ہیں اس لئے ضرور تھا کہ ان کو کس قدر اس شرط کا فائدہ ملتا اور اس امر کو وہ لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جب ان کے حالات پر غور کریں اور ان کی تمام بیقراریوں کو ایک جگہ میزان دے کر دیکھیں کہ کہاں تک پہنچ گئی تھیں۔ کیا وہ ہاویہ تھا یا کچھ اور تھا۔ اور اگر کوئی ناحق انکار کرے تو اس کے سمجھانے کے لئے وہ قطعی فیصلہ ہے جو میں نے لکھ دیا ہے تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد، ہم اپنے مخالفین کو یقین دلاتے ہیں کہ یہی سچ ہے ہاں یہی سچ ہے اور ہم پھر مکرر لکھتے ہیں کہ ضرور مسٹر عبداللہ آتھم نے کس قدر ہاویہ

کی سزا بھگت لی ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ قطرب اور مانیا کے عوارضات بھی ان کے دماغ کو نصیب ہو گئے ہیں جن کی طرف الہام الٰہی کا ہم اشارہ پاتے ہیں اور جس کے نتائج عنقریب کھلیں گے کسی کے چھپانے سے چھپ نہیں سکتے۔ پس اے حق کے طالبو یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیشگوئی پوری ہو گئی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی ہاں اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنے اوپر جزع فزع کا اثر نہ ہونے دیتا اور اپنے افعال سے اپنی استقامت دکھاتا اور اپنے مرکز سے جگہ بجگہ بھٹکتا نہ پھرتا اور اپنے دل پر دہشم اور خوف اور پریشانی غالب ذکرنا بلکہ اپنی معمولی خوشی اور استقلال میں ان تمام دنوں کو گزارتا تو بے شک کہہ سکتے تھے کہ وہ ہاویہ میں گرنے سے دور رہا مگر اب تو اسکی یہ مثال ہوئی کہ قیامت دیدہ ام پیش از قیامت، اس پر وہ غم کے پہاڑ پڑے جو اس نے اپنی تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی۔ سب کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔ اگر تم ایک طرف ہماری پیشگوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اس کے مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے تو تمہیں کچھ بھی اس بات میں شک نہیں رہے گا کہ وہ بے شک ہاویہ میں گرا ضرور گرا۔ اور اس کے دل پر وہ رنج اور غم اور بد حواسی وارد ہوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے ہاں اعلیٰ نتیجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور جو ہماری تشریحی عبارت میں درج ہے یعنی موت وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوا کیونکہ اس نے عظمت اسلام کی ہیبت کو اپنے دل میں ڈھنسا کر الٰہی قانون کے موافق الہامی شرط سے فائدہ اٹھالیا مگر موت کے قریب قریب اسکی حالت پہنچ گئی اور وہ درد اور دکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آگیا۔ پس یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور خدا تعالےٰ کا ہاتھ بالا ہوا اور کلمہ اسلام اونچا ہوا۔" (انوار الاسلام)

تفصیل کے ساتھ عیسائیوں کو اس پیشگوئی کی حقیقت سمجھانے کے لئے اور انعامی رقم کے ذریعہ عبداللہ آتھم کو حلف اٹھانے پر تیار کرنے کے لئے حضرت اقدس ؑ نے فرمایا

"امرتسر کے مباحثہ میں جو عیسائیوں کے ساتھ ہوا تھا، اس میں جو ہم نے پیشگوئی کی تھی اس کے دو حصے تھے اول یہ کہ فریق مخالف جو حق پر نہیں ہاویہ میں گرے گا اور اس کو ذلت پہنچے گی۔ دوسری یہ کہ اگر حق کی طرف رجوع کرے گا تو ذلت اور ہاویہ سے بچ جائے گا۔" (ضمیمہ انوار الاسلام ص۵۵)

نیز فرمایا:۔ "اور اگر کوئی سوال کرے کہ اس میں کیا بھید ہے کہ پیشگوئی کے دو پہلوؤں میں سے موت کے پہلو کی

طرف خدا تعالیٰ نے مسٹر عبد اللہ آتھم کے لئے رخ نہ کیا اور دوسرا پہلو لے لیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ موت کا پہلو مجروح اور تختۂ مشق اعتراضات کا ہو گیا تھا کوئی کہتا تھا کہ مرنا کیا نئی بات ہے ایک ڈاکٹر صاحب پہلے موت کا فتوے دے چکے ہیں کہ چھ مہینے تک فوت ہو جائے گا اور کوئی کہتا تھا کہ بڑھاپا۔ کوئی کہتا تھا کمزور ہے۔ موت کیا تعجب ہے، کوئی کہتا تھا کہ جادو سے مار دیں گے یہ شخص بڑا جادوگر ہے سو خدائے حکیم و علیم نے دیکھا کہ معترضوں نے اس پہلو کو بہت کمزور اور مشکوک کر دیا ہے اور خیالات پر سے اس کا اثر اٹھا دیا ہے اس لئے دوسرا پہلو اختیار کیا اور اس پہلو سے جادو کا گمان کرنے والے بھی شرمندہ ہو گئے کیونکہ دلوں کو حق کی طرف پھیرنا جادوگروں کا کام نہیں بلکہ خدا اور اس کے نبیوں اور رسولوں کا کام ہے۔ سو اس وقت تک خدا تعالیٰ نے مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب کی موت کو ان وجوہات سے ٹال دیا اور مسٹر عبد اللہ آتھم کے دل پر عظمت اسلام کا رعب ڈال کر پہلو ثانی سے اس کو حصہ دے دیا۔ یعنی اب عیسائیوں کی رائیں بدل گئیں اور بھولا بسرا خداوند مسیح کہیں سے نکل آیا۔ یہ ان زبانوں پر جاری ہو گیا کہ خداوند مسیح بڑا ہی قادر خدا ہے جس نے مسٹر عبد اللہ آتھم کو بچا لیا اس لئے ضرور ہوا کہ خدا تعالیٰ اس مصنوعی خدا کی حقیقت دنیا پر ظاہر کرے کہ کیا یہ عاجز انسان جس کا نام ربنا مسیح رکھا گیا کسی کو موت سے بچا سکتا ہے سو اب موت کے پہلو کا وقت آ گیا اب ہم دیکھیں گے کہ عیسائیوں کا خدا کہاں تک طاقت رکھتا ہے اور کہاں تک اس مصنوعی خدا پر ان لوگوں کا توکل ہے۔ اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور جواب کے منتظر ہیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

یہ بات ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو لکھی گئی تھی اس کے بعد ۲۰ ستمبر، ۵ ر ،، ، اور پھر ۲۷ ر اکتوبر کو حضرت اقدس نے عبد اللہ آتھم کو الحاح و اتمام کئی گنا زیادہ کرتے ہوئے پیشگوئی کے نتیجہ میں مرعوب نہ ہونے اور حق کی طرف رجوع نہ کرنے کے متعلق قسم اٹھانے کی بار بار دعوت دی اور آخری بار اتمام حجت کرتے ہوئے صاف لفظوں میں انہیں خبر دی کہ :-

"اب اگر آتھم صاحب قسم کھا لیں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے اور اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا جس نے حق کا اخفا کر کے دنیا کو دھوکہ دینا چاہا اور وہ دن نزدیک ہیں دور نہیں" (تبلیغ رسالت جلد ۳ ص ۱۷۲) لیکن عبد اللہ آتھم صاحب نے نہ حلف اٹھایا اور نہ انعام حاصل کیا بلکہ پیشگوئی کے مطابق ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو فیروزپور میں لقمہ اجل ہو گئے اور اس زمانے کے مامور کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کر گئے پیشگوئی اپنے پورے جلال کے ساتھ پوری ہوئی اور نہ صرف عیسائیوں پر بلکہ دیگر مذاہب کے متبعین پر بھی حجت قائم کر گئی کہ اب اسلام ہی سچا مذہب ہے اور اسلام کے غلبہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو اس زمانے کا مامور بنا کر بھیجا ہے اور اسلام کی حقانیت کا واضح ثبوت اب صرف و صرف حضرت مسیح موعودؑ اور حضورؑ کے متبعین ہی کے ذریعہ ظاہر ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔

ڈیڑھ ہزار سال بعد کلیسیا کا سجدۂ سہو

دوسری ویٹیکن کونسل کا ایک خوشکن اعلامیہ

رومن کیتھولک کلیسیا کے پاپائے اعظم پوپ جان تئیسویں آنجہانی نے کلیسیا سے متعلق بعض اہم معاملات پر غور کرنے کے لئے پندرہ سو نامی گرامی پادریوں پر مشتمل اعلیٰ سطح کی ایک کونسل بنائی تھی جو "سیکنڈ ویٹیکن کونسل (SECOND VATICAN COUNCIL) کے نام سے موسوم ہے۔ ابتداءً اس کونسل کے ایجنڈے کے لئے ستر امور پیش کئے گئے تھے جن پر غور کرنے کے بعد بالآخر سولہ تجاویز مرتب ہوئیں۔ ۱۹۶۲ء میں کونسل کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ اس کے بعد سے اب تک کونسل کے چار سیشن ہو چکے ہیں۔ ایجنڈے کی سولہ تجاویز میں سے ایک تجویز دیگر مذاہب کے ساتھ تعلقات کے بارہ میں ہے۔ اس تجویز پر تفصیلی بحث ہونے کے بعد اسے جو آخری شکل دی گئی ہے، اس میں اسلام اور مسلمانوں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ یہ ذکر جن الفاظ اور جس انداز میں کیا گیا ہے وہ کلیسیا کے صدیوں پرانے رویہ میں ایک انقلاب انگیز تبدیلی کا آئینہ دار ہے۔ امریکہ کے مشہور عیسائی اخبار "کیتھولک ٹیلیگراف" نے اپنی ۲۱ جنوری ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں اسلام سے متعلق ذکر کا خلاصہ شائع کیا ہے۔ اُس خلاصہ کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

"سیکنڈ ویٹیکن کونسل کے اعلامیہ کا ایک حصہ جو دوسرے مذاہب کے ساتھ تعلقات کے بارہ میں ہے ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے ——— "کلیسیا مسلمانوں کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے" ——— اعلامیہ میں بیان کیا گیا کہ مسلمان خدا کی عبادت کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اپنی زندگیوں کو خدا کی مرضی کے مطابق ڈھالیں اگرچہ وہ الوہیتِ مسیح کے قائل نہیں ہیں تاہم وہ مسیح کو خدا کا رسول اور پیغمبر تسلیم کرتے ہیں وہ مقدس کنواری (حضرت مریم) کا بھی احترام کرتے ہیں۔ قیامت، حشر نشر اور یوم الحساب کو بھی مانتے ہیں۔ مزید برآں وہ دعا، صدقہ و خیرات اور روزہ کو بھی ضروری سمجھتے

اور اہم جانتے ہیں۔ اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین سابقہ عداوتوں اور مخاصمتوں کو ترک کر کے اس کی بجائے باہمی افہام و تفہیم نیز معاشرتی انصاف اور اخلاقی اقدار کے قیام کی خاطر باہمی تعاون کو فروغ دیا جائے " (کیتھولک ٹیلی گراف ڈبلن مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۶۶ء)

سیکنڈ ویٹیکن کونسل کے اعلامیہ کا یہ حصہ اسلام اور مسلمانوں سے متعلق کلیسیا کی صدیوں پرانی روش میں ایک خوشکن اور انقلاب انگیز تبدیلی پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ ہم کلیسیا کے اس سجدۂ سہو کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس پر دلی مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

ویٹیکن کونسل کا یہ اعلامیہ ہمارے لئے دو لحاظ سے مسرت کا باعث ہے۔ اوّل اس لئے کہ آغازِ اسلام سے لے کر بیسویں صدی کے وسط تک اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کلیسیا کا جزو ایمان رہی ہے اس کے مونہہ سے اسلام اور ہادیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کبھی کوئی کلمہ خیر سننے میں نہ آیا تھا۔ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ابتداء ہی سے اس کا مقصد وحید رہا۔ اسلام کے خلاف نہایت دلآزار لٹریچر جس قدر عیسائیوں نے شائع کیا اور جس قدر مشنریوں نے زہر اگلا اتنی عداوت اور زہر چکانی اس کے خلاف کسی اور مذہب نے نہیں کی گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال کے عرصہ میں چرچ کی طرف سے ہزاروں ہزار کتابیں اور لاکھوں لاکھ پمفلٹ اسلام اور ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شائع کئے گئے اور پادریوں نے پلیٹ فارموں سے ایسے ایسے دلخراش اعلان کئے کہ جن کے تصور سے ہی کلیجہ چھلنی ہو جاتا ہے۔ انتہا تو یہ ہے کہ وہ خود اپنوں کی طرف سے اسلام کے متعلق میانہ روی کا کوئی مشورہ بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے چنانچہ ابھی ۲ ۔ سال پہلے کی بات ہے کہ ۱۸۹۴ء کی مشہورِ عالم مشنری کانفرنس منعقدہ لندن میں جب مسٹر باسورتھ سمتھ (MR. REGINALD BOSWORTH SMITH) نے چرچ کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اسلام کی اندھی مخالفت ترک کر کے اس مذہب کا مقابلہ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے اور مخالفت کے جوش میں حقیقت پسندی کو ہاتھ سے نہ جانے دے تو کانفرنس میں آئے ہوئے دنیا بھر کے نامی گرامی پادریوں میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی اور بالخصوص ریورنڈ ای۔ ایس لاؤنڈس (REV. E. S. LOWNDES) نے تو مونہہ میں جھاگ لا لا کر اسلام کے خلاف وہ زہر اگلا کہ الامان والحفیظ۔ تقریر کے آخر میں انہوں نے کہا یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم کسی بھی معاملہ میں مسلمانوں سے تعاون کریں۔ ان کی باقی تقریر کو چھوڑتے ہوئے جس میں انہوں نے اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر نہایت دلآزارانہ طریق پر

ناروا حملے کئے ہیں ہم تقریر کے آخری چند فقرے یہاں درج کرتے ہیں انہوں نے کہا :-

" اسلام اور عیسائیت میں کوئی مفاہمت نہیں ہو سکتی۔ اس کے ثبوت میں "دینِ واحد" کے موضوع پر ورڈزورتھ کے "خطباتِ بمپٹن" اور علی الخصوص ان کا صفحہ ۲۹۴ جو انہوں نے "محمڈن ازم" پر لکھا۔ پڑھو اور پھر سوچو کہ کیا اسلام اور عیسائیت میں افہام و تفہیم کی صورت نکل سکتی ہے؛ کیا بادشاہوں کے بادشاہ (مسیح) کے متبعین ان لوگوں کو اپنا رفیقِ کار سمجھیں جو ایک ایسے گھٹیا اور غیر ترقی پذیر معاشرہ کے علمبردار ہیں جس سے بنی نوعِ انسان کی ذہنی و فکری اور روحانی نشوونما مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے؟ —— اس سوال کا ایک ہی جواب ہے کہ ہرگز نہیں !" (دی آفیشل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس ۱۸۹۴ء منعقدہ لندن ص ۳۴۵)

عیسائی پادریوں کی ایسی معاندانہ روش پر پون صدی گزرنے پر خود انتہائی اعلیٰ سطح کی مسیحی کونسل کا جو خود پاپائے روم نے بلائی ہے بالآخر یہ اعلامیہ جاری کرنے پر مجبور ہو جانا کہ ہم مسلمانوں کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ کہ ان کے خلاف روایتی عناد کو ترک کر کے باہمی افہام و تفہیم اور تعاون کو فروغ دیا جائے یقیناً ایک انقلاب انگیز تبدیلی ہے۔ عیسائی دنیا تو جیسا کہ ہم سطور بالا میں اشارہ کر آئے ہیں پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے میں فخر محسوس کرتی تھی اور علی الخصوص گزشتہ دو صدیوں کا عیسائی لٹریچر اس امر پر گواہ ہے کہ اُس نے فی الحقیقت اپنی طرف سے توہین کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس کے باوجود اب ان کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا یقیناً ایک خوشکن تبدیلی پر دلالت کرتا ہے اور اس امر پر دال ہے کہ عیسائیت نے انیسویں صدی میں اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا جو وسیع منصوبہ بنایا تھا اس میں وہ بُری طرح ناکام ہو چکی ہے، بلکہ اسے خود کیا یورپ اور کیا ایشیا، کیا افریقہ اور کیا امریکہ ہر جگہ لالے لینے کے دینے پڑے ہوئے ہیں اور اسے اپنی ہستی ہی خطرہ میں نظر آ رہی ہے اس عبرت ناک ناکامی نے ہی اسے مجبور کیا ہے کہ وہ تمام دوسرے مذاہب اور علی الخصوص اسلام کے بارہ میں اپنی معاندانہ روش کو خیرباد کہہ کر مسلمانوں کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھائے اور بھائی چارہ کے راگ الاپے۔

سیکنڈ ویٹیکن کونسل کا یہ اعلامیہ مصر اس لئے بھی ہمارے واسطے مسرت کا موجب ہے کہ یہ اسلام کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ دنیائے عیسائیت نے تو ڈیڑھ ہزار سال تک معاندانہ روش پر گامزن رہنے کے بعد اسلام اور مسلمانوں سے متعلق اپنی روش میں بامر مجبوری تبدیلی کی ہے برخلاف اس

کے اسلام نے شروع ہی سے اُسے اس معاندانہ روش کو خیر باد کہنے اور ایک امر میں متحدہ محاذ قائم کرنے کی دعوت دی تھی اور وہ یہ امر تھا کہ دونوں توحید پر قائم ہوتے ہوئے دنیا میں توحید کی اشاعت میں کوشاں ہوں چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو دعوت دیتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى
كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا
نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا
وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا
اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران ٦٥)

تو کہہ کہ اے اہل کتاب کم سے کم ایک ایسی بات کی طرف
تو آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے اور وہ یہ
ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس
کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے
کو رب بنایا کریں پھر اگر وہ پھر جائیں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ
رہو کہ ہم خدا کے فرمانبردار ہیں۔

اُس وقت تو عیسائیت نے اسلام کی طرف سے تعاون کی اس دعوت پر کان نہ دھرا بلکہ عناد میں روز افزوں ترقی کر کے اسلام کو صلیبی جنگوں کے ذریعہ بزور شمشیر مٹانے کی کوشش کی اور پھر سیاسی طاقت کے بل پر انتہائی دجل و فریب اور دلآزاری سے کام لے کر مشنری پراپیگنڈہ کے ذریعہ اسے مغلوب کرنا چاہا۔ لیکن جب ڈیڑھ ہزار سال تک اپنا پورا زور لگانے کے باوجود عیسائیت اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی بلکہ جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں اسلام کے اطراف و جوانب عالم میں پھیلنے سے خود عیسائی ملکوں سے عیسائیت کی صف لپٹنے لگی تو بالآخر اُسے خیریت اسی میں نظر آئی کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھائے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام نے آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے عیسائیوں کو مخاطب کر کے جو کچھ کہا تھا وہی درست تھا! بالآخر ناکامی سے دوچار ہونے کے بعد عیسائیوں کا اب اپنی طرف سے اُسی نوعیت کی دعوت کو دہرانے پر مجبور ہونا کیا اسلام کی صداقت کا ثبوت نہیں ہے؟ ہے اور یقیناً ہے ایک ایسا انسان جو تعصب سے پاک ہو اس کا انکار نہیں کر سکتا

حقیقت یہ ہے کہ اگر عیسائیت اسلام کی اس دعوت کو آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے ہی قبول کر لیتی اور عداوت کی بجائے باہمی افہام و تفہیم اور تعاون کو بڑھانے میں مدد دیتی تو نہ وہ تثلیث کے گورکھ دھندے میں الجھ کر انتہائی خطرناک شرک میں مبتلا ہوتی اور نہ وہ مسلمانوں کے درپئے آزار ہو کر دنیا کے امن کو برباد کرنے پر تلتی یعنی نہ صلیبی جنگیں ہوتیں اور نہ توہین آمیز پراپیگنڈے سے اس کا دامن داغدار ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ وہ نہ ہوتی جو اب ہمارے سامنے ہے۔ دونوں مذاہب اپنے اپنے دائرہ میں پُرامن تبلیغ کی راہ پر گامزن رہتے اور دنیا کو حق معلوم کرنے اور اسے قبول کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آتی ——— بہرحال ڈیڑھ ہزار سال بعد پاپائے روم کی قائم کردہ کونسل کا عزت و احترام اور افہام و تفہیم اور تعاون کی راہ اختیار کرنے پر آمادگی ظاہر کرنا خوش کن ہے اور اصلی طور پر اسلام کی عظیم الشان فتح پر دلالت کرتا ہے لیکن اسلام کی طرف سے حقیقی تعاون کی ایک ہی بنیاد ہے اور وہ ہے توحید کا قیام اس کے بغیر حقیقی تعاون ممکن نہیں۔

عہدیداران مجالس انصاراللہ کے لئے ہدایات

انصاراللہ کے کام کا یہ ایک مختصر سا ڈھانچہ ہے جسے سامنے رکھ کر مجالس نے سارا سال کام کرنا ہے اور ہر مجلس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ۳۱ دسمبر ۶۶ء تک اس لائحہ عمل کی ہر شق کو عملی جامہ پہنائے گی۔ انشاءاللہ (قائد عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

—— ۲ ——

قیادت مال

(قائد مال ۔ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب)

۱۔ بجٹ فارم اگر اس وقت تک واپس بھجوائے نہیں جا سکے تو بعد تکمیل جلد واپس بھجوا دیئے جائیں

۲۔ کوشش کی جائے کہ ہر رکن انصاراللہ سے باقاعدہ ہر ماہ چندہ جات انصاراللہ وصول کئے جائیں شرح درج ذیل ہے:۔

چندہ مجلس: کل آمد پر بحساب ۲/۱ پیسہ فی روپیہ بشرطیکہ ۲ روپے سالانہ سے کم نہ ہو۔

چندہ سالانہ اجتماع:۔ ایک روپیہ سالانہ فی رکن کم از کم

اشاعت لٹریچر:۔ ایک روپیہ سالانہ فی رکن

تعمیر دفتر:۔ حسب استطاعت

۳۔ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال رواں کے لئے مندرجہ ذیل بجٹ منظور فرمایا ہے۔

چندہ مجلس	۳۵۰۰۰	روپے
چندہ سالانہ اجتماع	۴۵۰۰	"
چندہ اشاعت لٹریچر	۴۰۰۰	"
چندہ تعمیر دفتر	۴۰۰۰	"
میزان	۴۷۵۰۰	"

قیادت اصلاح و ارشاد

(قائد اصلاح و ارشاد :- مکرم شیخ مبارک احمد صاحب)

۱- ہر رکن مجلس کو تحریک کی جائے کہ وہ کم از کم ایک شخص کو زیر ارشاد رکھے اور اس کے متعلق باقاعدہ رپورٹ حاصل کی جاتی رہے،

۲- ہر رکن مجلس کو تحریک کی جائے کہ وہ دوران سال کم از کم ۲۰ افراد تک سلسلہ کا شائع کردہ لٹریچر پہنچائے

۳- دوران سال عام اجلاس کرکے جماعت احمدیہ کے عقائد کے متعلق جو غلط فہمیاں ہیں ان کے ازالہ کے لئے ایک پروگرام کے مطابق مناسب تقاریر کروائی جائیں۔

۴- دوران سال مجلس کی طرف سے منائے جانے والے ہفتہ میں عیسائیت کے عقائد کی وضاحت کی جائے۔ نیز اسلام پر اعتراضات اور ان کے جوابات سے دوستوں کو آگاہ کیا جائے اور ہفتہ ختم ہونے پر احباب کا زبانی امتحان لیا جائے

قیادت تربیت

(قائد تربیت :- مکرم مولانا ابو العطاء صاحب)

۱- کوشش کی جائے کہ ہر رکن انصار اللہ نماز باجماعت کا پابند ہو

۲- بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھا جائے اور والدین کو گاہے بگاہے توجہ دلائی جاتی رہے

۳- اراکین انصار اللہ کو معاملات لین دین میں صفائی رکھنے کی تلقین کی جاتی رہے۔

۴- کوشش کی جائے کہ اراکین انصار اللہ صدق کی پوری پابندی کرنے والے اور سچی گواہی دینے والے ہوں

۵- رشتہ ناطہ میں ضرورت مند احباب سے بھرپور تعاون کی طرف اراکین کو توجہ دلائی جاتی رہے

۶- مجلس انصار اللہ کی طرف سے جب ہفتہ منایا جائے تو مجالس کو چاہیئے کہ مندرجہ ذیل مضامین پر خاص توجہ دیں :-

(ا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیسے احمدی بنانا چاہتے ہیں۔

(ب) تربیت اولاد کے متعلق حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات

(ج) بیویوں سے حُسن سلوک کے متعلق احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

(د) قرض کی ادائیگی

(ذ) خلافت احمدیہ کی اطاعت اور جماعتی نظام کی پابندی ضروری ہے

(ر) مساجد کے آداب اور ان کی پابندی

۷- مجالس اس بات کا اہتمام کریں کہ اس سال انصار اللہ کا ہر رکن کم از کم ایک مرتبہ کشتی نوح اور الوصیت کو تربیتی نقطۂ نگاہ سے پڑھ یا سن لے، جہاں ممکن ہو ان کا خاص درس بھی دیا جائے۔

(باقی)

بچوں کا صفحہ:-

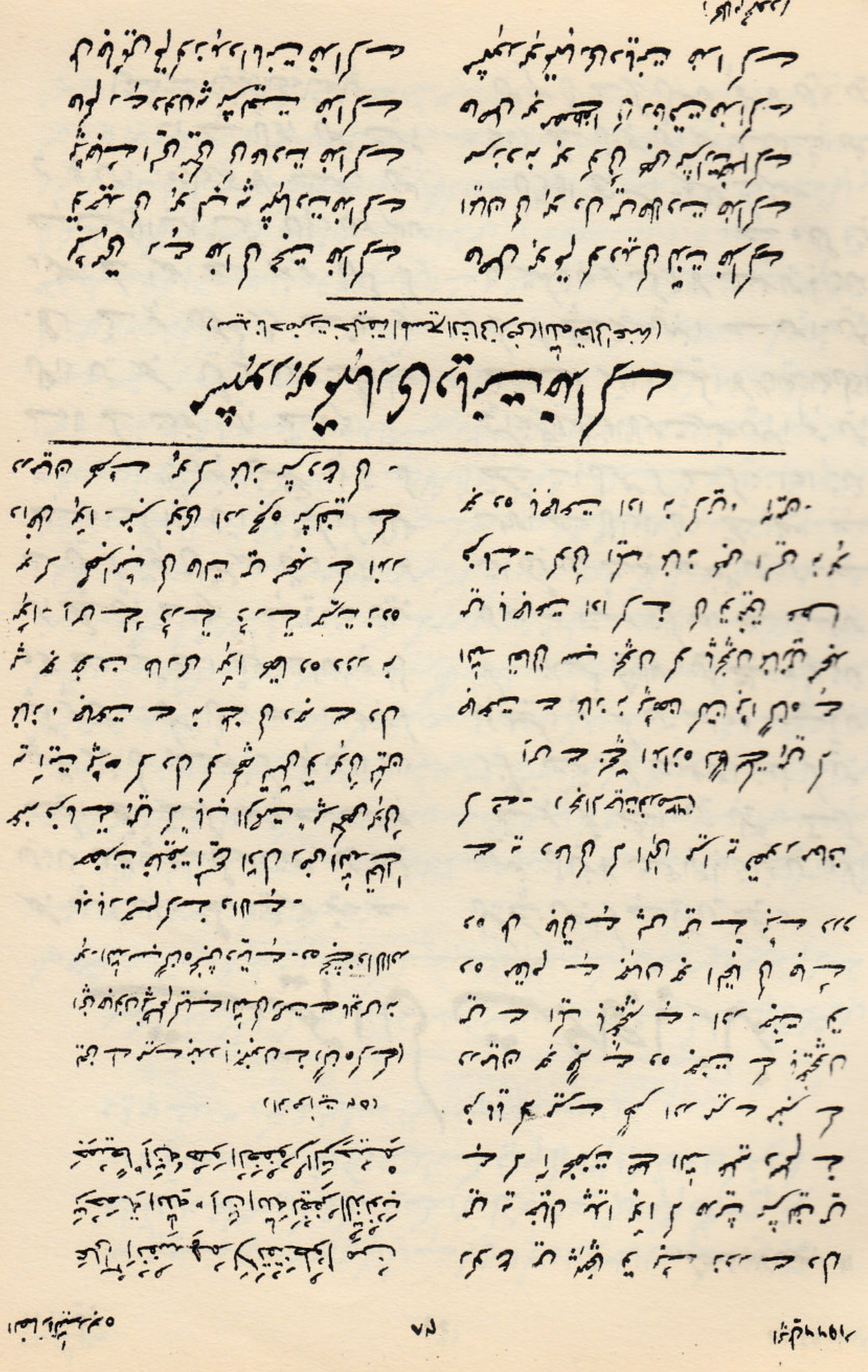
نماز باجماعت کی اہمیّت

دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض بچے کھیل کود میں نماز باجماعت کا خیال نہیں کرتے۔ کھیل میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ نماز باجماعت کا وقت گزر جاتا ہے۔ وہ بعد میں گھر پر اکیلے ہی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ نماز کا جماعت سے ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ اس میں غفلت بہت ہی بُری بات ہے۔ بعض بچے اپنی نادانی سے باجماعت نماز ادا نہ کرنے کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔ ہم انہیں حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ سناتے ہیں۔ اس سے انہیں پتہ چلے گا کہ نماز باجماعت کا ترک ہو جانا کتنا بڑا گناہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جوانی کے زمانہ میں دین کا علم حاصل کرنے کی غرض سے مدینہ شریف گئے۔ وہاں آپ مسجد نبوی میں باقاعدگی سے پانچوں نمازیں جماعت سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ظہر کی نماز آپ کو جماعت سے نہ مل سکی۔ اس پر آپ کی جو حالت ہوئی اسے آپ نے خود بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں مجھے اس کا اتنا رنج اور قلق ہوا کہ میں نے خیال کیا کہ "یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ قابلِ بخشش نہیں"۔

فرماتے ہیں خوف کے مارے میرا رنگ زرد پڑ گیا۔ مسجد میں داخل ہونے سے ڈر محسوس ہونے لگا۔ کہ کس مونہہ سے خدا کے حضور حاضر ہوں وہاں ایک "باب الرحمت" ہے یعنی رحمت کا دروازہ۔ اس پر یہ آیت لکھی ہوئی ہے:-

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا



ہر قسم کی مشکلات کا آخری علاج دعا ہے

جس شخص سے دعا کرائی جائے اس سے تعلق پیدا کرنا چاہئیے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''اصول دعا میں یہی یہ بات ہے کہ جب تک انسان کو کسی کے حالات کے ساتھ پورا تعلق نہ ہو تب تک وہ رقت اور درد اور توجہ نہیں ہو سکتی جو دعا کے واسطے ضروری ہے ۔ اور اس قسم کے حضور اور توجہ کا پیدا کرنا دراصل اختیاری امر نہیں ہے ۔ دعا میں کوشش ہر دو طرف سے ہونی ضروری ہے ۔ دعا کرنے والا خدا تعالی کے حضور میں توجہ کرنے میں کوشش کرے اور دعا کرانے والا اس کو توجہ دلانے میں مشغول رہے ۔ بار بار یاد دلائے ، خاص تعلق پیدا کرے ، صبر اور استقامت کے ساتھ اپنا حال زار پیش کرتا رہے ، تو خواہ مخواہ کسی نہ کسی وقت اس کے لئے درد پیدا ہو جائے گا ۔ دعا بڑی شئے ہے ۔ جبکہ انسان ہر طرف سے مایوس ہو جائے تو آخری حیلہ دعا ہے جس سے تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں ۔ مگر ایسی توجہ کی دعا ضرور ایک وقت چاہتی ہے اور یہ بات انسان کے اختیار میں نہیں کہ کسی کے واسطے دل میں درد پیدا کرے ۔ ۔ ۔

میرا مذہب یہ ہے کہ کیسی ہی مشکلات مالی یا جانی انسان پر پڑیں ان سب کا آخری علاج دعا ہے ۔ خدا تعالی ہر شئے کا مالک ہے ، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور کر سکتا ہے ، اور ہر شئے پر اس کا قبضہ ہے ۔ انسان کسی حاکم یا افسر کے ساتھ اپنا معاملہ صاف کرتا ہے اور راضی کرتا ہے تو وہ اسے بہت سا فائدہ پہنچا دیتا ہے ۔ کیا خدا تعالی جو حقیقی حاکم اور مالک ہے اس کو نفع نہیں دے سکتا ؟ مگر دعا کا معاملہ ایسا نہیں کہ انسان دور سے گولی چلا دے اور چلا جائے بلکہ جس شخص سے دعا کرانی چاہئیے اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہئیے ''　　(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۴۹ ، ۵۰)

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا